اکتوبر 1997

اللہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

اصلاح انسانیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی

شعبہ سرکولیشن وحید احمد

مجلس ادارت

الحاج محمد مرتضٰی توحیدی ، ایم محمد اکرم

پروفیسر منیر احمد لودھی، ایم محمد طالب

ڈاکٹر عبدالرشید وقار، محمد صدیق

قیمت فی شمارہ ——— -/10 روپے

سالانہ فنڈ ——— -/100 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ Ph: 268424

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ Ph: 260734

پبلشر عامر رشید انصاری نے اصلاح برقی پریس لوہا بازار سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار لاہور

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ (البقرہ)

ترجمہ :۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں ۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔

تشریح :۔ اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں متقین (ہدایت پانے والے لوگوں) کی صفات کا ذکر فرمایا ہے ان کی علامات بیان فرما کر امت مسلمہ کو خصوصاً" اور غیر مسلموں کو عموماً" آگاہ فرما دیا کہ یہ جماعت ہدایت یافتہ ہے یہی وہ لوگ ہیں جو صراط مستقیم پر چل رہے ہیں جو انسان اس بات کا آرزو مند ہو کہ اسے قرآنی ہدایت حاصل ہو وہ اس جماعت سے وابستہ ہو جائے ان کے نظریات و اعمال کو اپنا نصب العین بنا لے ۔ اس آیت میں تین صفات کا بیان ہوا ہے (1) ایمان بالغیب (2) اقامت نماز (3) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ۔

(1) ایمان بالغیب ۔ عربی لغت میں کسی کی بات کو کسی کے اعتماد پر یقین کر لینے کا نام ایمان ہے کسی بات کو مشاہدہ کر کے ماننے کا نام ہرگز ایمان نہیں ۔ جو چیز مشاہدہ میں آ جائے اس کو تصدیق کرنا تو کہہ سکتے ہیں ۔ ایمان نہیں کہہ سکتے اگر کوئی آدمی پہاڑ کو دیکھ کر پہاڑ اور ندی کو ندی کہہ دے تو یہ اس کی آنکھوں دیکھی تصدیق ہو گی ۔ ایمان نہیں کہلائے گا ۔ کیونکہ اس کی تصدیق بر بنائے مشاہدہ ہو گی شریعت میں خبر رسول ﷺ کو بن دیکھے ماننے کا نام ایمان ہے اور لفظ غیب کا اطلاق ان تمام چیزوں پر ہو گا جو انسانی رسائی اور حواس خمسہ کے ادراک سے ماوراء ہوں ۔ مثلاً" اللہ کی ذات ۔ ملائکہ ۔ وحی ۔ سابقہ آسمانی کتب ۔ سابقہ انبیاء ۔ جنت دوزخ ۔ قیامت اور اس میں ہونے والے واقعات سب شامل ہیں ۔ یعنی ایمان بالغیب کے معانی یہ ہوئے جو ہر بات محمد ﷺ سے منقول ہو ان سب کو دل کی گہرائیوں سے یقین محکم سے ماننے کا نام ایمان ہے ۔ محض جاننے کا نام ایمان نہیں ۔ جاننے

کو تو شیطان بھی جانتا ہے۔ اور کفار بھی آپ کی صداقت اور امانت کو جانتے تھے۔ مگر وہ مومن نہیں ہو سکتے۔

(2) اقامت نماز:۔ ایمان لانے کے بعد اگلا درجہ اطاعت و عمل کا ہے ایمان لا کر بیٹھ جانے سے انسان قرآنی ہدایت سے فیض یاب نہیں ہو سکتا ایمان لانے کے بعد مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اطاعت پر آمادہ ہو جائے۔ اس اطاعت کی اولین اور دائمی نشانی نماز ہے ایمان کا اقرار کرنے کے تھوڑی دیر بعد جب موذن نماز کے لئے پکارتا ہے۔ تو فورا" فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ ایمان کا دعوے دار اپنے دعوی میں کس قدر سچا ہے۔ اور اطاعت کے لئے تیار بھی ہے یا نہیں۔ گویا ترک نماز ترک اطاعت ہے۔ اس حالت میں اس کا ایمان ناقص تصور کیا جائے گا۔ اور اسے وہ ہدایت نصیب نہ ہو گی جس کا منشاء انسان کو دنیا میں سر بلند کرنا اور آخرت میں دیگر مخلوقات پر افضل ثابت کرنا ہے۔ اور اگر وہ اطاعت پر آمادہ ہے۔ تو پھر اسے نماز پورے ظاہری اور باطنی آداب سے ادا کرنا ہو گی۔ جس میں پورا خشوع و خضوع اور اپنے خالق کا استحضار مدنظر رکھنا ہو گا۔ وہ محسوس کرے گویا اپنے معبود کو دیکھ رہا ہے۔ ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ رب اسے دیکھ رہا ہے۔ اسی ذوق و شوق سے ادا کی ہوئی نماز ہی دین کا ستون اور معراج مومن کہلائے گی ورنہ بقول علامہ اقبالؒ

میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

(3) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:۔ لغت عربی میں رزق حصہ اور عطا کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ حسی ہو یا معنوی۔ مال و دولت و اولاد۔ علم و معرفت سب اس میں شامل ہیں۔ ان میں ہر چیز عطائے ربانی ہے۔ انسان کا کچھ بھی اپنا نہیں۔ اب انسان کو چاہیے کہ ان کے ذریعے اللہ کی خوشنودی حاصل کرلے۔ بخل سے کام نہ لے۔ جو ان نعمتوں سے محروم ہیں ان کو بھی مستفید ہونے کا موقع دے۔ صاحب دولت اپنی دولت سے۔ عالم اپنے علم سے۔ اور عارف باللہ اپنے روحانی فیوض و برکات سے حقدار کو نفع پہنچائے۔ تنگ دل نہ ہو۔ زر پرست نہ ہو۔ اللہ نے بندوں کے جو حقوق مقرر کر رکھے ہیں۔ ان کو بخوشی ادا کرے۔ کیونکہ یہ سب کچھ خدا کی امانت ہے۔ سارا خرچ کرنے سے بھی حق ادا نہیں ہوتا۔

باقی صفحہ ۲۶ پر

جدید دور اور اسلامی تصوف

صدائے نقیب

قبلہ محمد صدیق ڈار نوکھر

جس طرح دوسرے علوم کا کوئی خاص مقصد ہوتا ہے اور اسے حاصل کرنے کے چند متعین طریقے ہوتے ہیں اسی طرح علم تصوف کا موضوع و مقصود ذات باری تعالیٰ کا قرب و عرفان حاصل کرنا ہے اس کے لئے بھی چند خاص طریقے ہیں اور ان پر عمل کرنے کو سلوک کہتے ہیں تصوف دوسرے مذاہب میں بھی ہے لیکن ان کا سلوک اس قدر مشکل ہے کہ اگر کوئی اس پر پوری طرح عمل کرے تو دنیا کا کام کر کے اپنی اور بال بچوں کی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لئے بالکل وقت نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام مذاہب میں دنیا کو چھوڑے بغیر کام نہیں بنتا۔ دین اسلام کا سلوک ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس دین فطرت میں ایک سالک دنیا کے سارے کام احسن طریقے سے انجام دیتے ہوئے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے یہ طریقے نہایت ہی سادہ اور سہل العمل ہیں اسلام کے تصوف میں نہ تو ساری رات جاگنا پڑتا ہے نا ہی مسلسل فاقے کرنا پڑتے ہیں نہ ہی دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے اسلام میں ترک دنیا اور رہبانیت کی قطعی اجازت نہیں ہے حضور ﷺ نے قرآنی تعلیم کے مطابق یہی تصوف صحابہ کرام ؓ کو سکھایا جنہوں نے رسول ﷺ کے اتباع اور شریعت کی پابندی کے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا کا مقام بھی حاصل کیا اور دنیوی ترقی اور ملکی فتوحات کی تاریخ میں بھی نئے باب رقم کئے تصوف کے معروف سلسلوں کی ابتدا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ؓ سے ہوئی۔ ان دونوں مبارک ہستیوں کی جدوجہد سے بھرپور اور متاہل زندگی اور دین اسلام کے لئے ان کی خدمات تصوف کے حقیقی رنگ کو اجاگر کرنے کے لئے ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے حضور ﷺ کے سکھائے ہوئے تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس کے طریقوں پر مشتمل تصوف کا یہ چشمہ صافی کچھ مدت تک تو اپنی اصلی صورت میں قائم رہا لیکن بعد میں عجمی اقوام کے عقائد اور روحانی طور طریقوں کے اثرات بھی اس میں شامل ہوتے چلے گئے

جس کی وجہ سے ابتدائی رنگ قائم نہ رہ سکا گذشتہ چند صدیوں کے دوران میں مسلمانوں کے اجتماعی زوال کے سبب پیدا ہونے والی غلامانہ ذہنیت نے اسلام اور تصوف کی من مانی تاویلیں کر کے ان کا حلیہ ہی بدل ڈالا اب جب کہ اللہ کی رحمت سے مسلمان سیاسی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں اور اپنے پروں سے فکری غلامی کے گرد و غبار کو جھاڑ کر پھر سے سوئے حرم پرواز کرنے کی جدوجہد تیز ہو رہی ہے اور دنیا بھر میں اپنے اصل کی طرف واپس لوٹنے کے لئے اسلامی فکر اور نشاۃ ثانیہ کے لئے تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں اسلامی تصوف کو بھی کسی فقیر کامل ' ولی مکمل اور نابغہ روزگار محقق صوفی کی ضرورت تھی جو اس افضل ترین علم کو تمام ترعجمی اثرات اور غیر اسلامی عقائد کی آلائشوں سے پاک کر کے اسے اس کی حقیقی صورت میں پیش کرے تاکہ دور جدید کے سالکان راہ حق کو بھی حریم کبریا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے مکمل رہنمائی میسر آسکے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی تائید و توفیق سے اس عظیم خدمت کی سعادت حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے حصہ میں آئی آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے نام سے تصوف کا نیا سلسلہ قائم کر کے اہل ایمان کے لئے مرتبہ احسان کا حصول آسان اور ممکن بنا دیا آپ کی تعلیم اور اس تاریخ ساز کارنامے سے مکمل آگاہی حاصل کرنے کے لئے تو آپ کی تصانیف "تعمیر ملت" ' "چراغ راہ" ' "حقیقت وحدت الوجود" اور "طریقت توحیدیہ" کا مطالعہ نہایت ضروری ہے یہاں میں صرف ان چیدہ چیدہ انقلابی نوعیت کی تبدیلیوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جن کی وجہ سے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو خصوصی انفرادیت حاصل ہو گئی ہے:۔

(1) موجودہ زمانے کی روایتی پیری مریدی میں الاماشاء اللہ چند جگہوں کو چھوڑ کر قبر پرستی اور پیر پرستی اتنی عام ہو چکی ہے کہ دین اسلام کے بنیادی اور رہنما اصول یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو ہی پس پشت ڈال دیا گیا ہے بانی سلسلہ توحیدیہ نے مشرکانہ عقائد و رسوم کو ختم کرنے کے لئے اپنے قائم کردہ نئے سلسلے کا نام ہی توحیدیہ رکھ دیا تاکہ سلسلے کا ہر رکن قرآن میں بتائی گئی خالص توحید کی تعلیم کا معتقد رہے اور اولیائے کرام کی کرامات ' قبولیت دعا اور انکی بزرگی کو تسلیم کرتے ہوئے بھی مشکل کشا اور

حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو جانے اور کسی بھی مخلوق کو کسی حیثیت سے اس کا شریک نہ ٹھہرائے

(2) پہلے سلسلوں میں اوراد وظائف ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بار پڑھنے کو بتائے جاتے ہیں اس زمانے میں جب کہ حصول معاش کے لئے پورا دن کام کرنا پڑتا ہے اس تعلیم پر عمل کرنا ممکن نہیں رہا۔ آپ نے کثرت ذکر کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا کہ جب بھی تم کوئی دماغی کام نہ کر رہے ہو اور خالی الذہن ہو تو قرآن کریم میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق ہر سانس سے اللہ اللہ کرتے رہو اور کوشش کرو کہ کوئی سانس اللہ کی یاد کے بغیر نہ لیا جائے یہ ذکر چلتے پھرتے اور کام کاج کے دوران ہر وقت اور ہر جگہ کیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے کسی خصوصی وقت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوسرا ذکر نفی اثبات یعنی لاالہ الااللہ کا ذکر ہے جو رات کی نمازوں میں سے کسی ایک کے بعد کرنا ہوتا ہے جس پر صرف آدھا پونا گھنٹہ وقت صرف ہوتا ہے اس طرح آپ نے اہل طلب کے لئے اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ استوار کرنے کے لئے آسان ترین طریقہ تجویز فرما دیا ہے۔

(3) سالکان راہ خدا کی طبیعت سے غصہ 'غرور' حسد 'بغض اور نفرت وغیرہ دور کر کے ان میں نرمی 'شائستگی' انکساری اور مخلوق خدا کی محبت پیدا کرنے کے لئے اگلے زمانے کے شیخ اپنے مریدوں سے مسلسل روزے رکھواتے 'سقے اور بھنگی کا کام کراتے' بھیک منگواتے اور طویل سفر کرواتے تھے چونکہ آج کل یہ سب کچھ ممکن نہیں رہا اس لئے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں ان کی بجائے قطع ماسوی اللہ 'تسلیم و رضا اور غصہ و نفرت کی نفی کے تین طریقے مقرر کئے گئے ہیں مجاہدے کی اس تربیت کے لئے سالک کو گھر سے باہر نہیں جانا پڑتا بلکہ ان کی مشق گھر کے اندر ہی بہترین طریقہ سے ہو سکتی ہے۔

(4) چونکہ رہبانیت اور دنیا کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنا قرآن حکیم اور حضور ﷺ کی سنت کے بالکل خلاف ہے اس لئے سلسلہ توحیدیہ میں یہ تعلیم مطلق نہیں دی جاتی بلکہ دنیوی قدر و منزلت اور عزت و مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تعلیم اس انداز سے دی جاتی ہے جس سے غرور و تکبر پیدا نہ ہو بلکہ سالک سراپا شکر بن جائے۔ اور یہ سب

کچھ ملک و قوم اور خلق خدا کی خدمت میں صرف کر دینے کو حقیقی فلاح جانے

(5) دوسرے سلسلوں میں کشف و کرامات، کشف القبور اور سلب امراض کی طاقت کے حصول کو روحانی معراج سمجھا جاتا ہے جبکہ سلسلہ توحیدیہ کے سلوک کا آخری مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب، عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔

(6) اس نئے سلسلے میں جماعتی تنظیم مستحکم بنیادوں پر قائم کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی سچی محبت کے مشترکہ ورثہ کی برکت سے ارکان سلسلہ کی باہمی محبت صحیح اسلامی اخوت کا مظہر بن گئی ہے۔ روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ ارکان جماعت کی علمی اور معاشی استعداد بڑھانے کے لئے باہمی تعاون اور مالی امداد کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔

(7) اس نئے سلسلے میں بہت سارے خلیفے بنانے کی بجائے صرف ایک ہی خلیفہ یا جانشین مقرر کرنے کا مسنون طریقہ اپنایا گیا ہے تاکہ جماعت ٹکڑوں میں بٹنے نہ پائے اور اجتماعیت کی روح اور مرکزیت قائم رہے۔

(8) وراثتی گدی نشینی سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا ازالہ کرنے کے لئے بانی سلسلہ نے سلسلہ کے آئین یعنی "طریقت توحیدیہ" اور اپنے وصیت نامہ کے ذریعے یہ قانون بنا دیا کہ کوئی بھی شیخ اپنے کسی رشتہ دار کو اپنا جانشین ہرگز نہ بنائے خواہ وہ اس کا اہل ہی کیوں نہ ہو بلکہ اپنے مریدوں میں سے کسی مناسب آدمی کو اپنا خلیفہ یا جانشین مقرر کرے۔

(9) سلسلہ توحیدیہ میں شمولیت کے لئے اندھا دھند بیعت ہرگز نہیں کی جاتی جو لوگ سلسلے میں شامل ہونا چاہیں ان کو پہلے طالب بنایا جاتا ہے اور انہیں سلسلے کی تعلیم اور اذکار و اشغال کی تلقین کی جاتی ہے جب وہ تعلیم پر پوری طرح عمل کرنے لگ جائیں اور ان میں آثار روحانیت پیدا ہو جائیں اور وہ غصہ اور نفرت کم کر کے سلسلے کے مطلوبہ اخلاقی معیار پر آجائیں تب انہیں بیعت کر کے مرید بنایا جاتا ہے۔

(10) شیخ سلسلہ یعنی پیر و مرشد کے بارے میں یہ ہدایات ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور

باقی صفحہ ۵۷ پر

اداریہ

معزز قارئین آج مسلم امہ جس گھمبیر صورت حال سے دو چار ہے اس سے آپ بخوبی آگاہ ہیں اس وقت مسلمانوں کی بے عملی اور تفرقہ پسندی سے اسلام کی جو رسوائی ہوئی ہے اور خود مسلمانوں کی جو وقعت باقی رہ گئی ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے طرح طرح کی کاوشوں کے باوجود ملت اسلامیہ جن مسائل سے دو چار ہے وہ اپنی جگہ پہ بدستور قائم ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے سینوں میں اللہ کی محبت مفقود ہو چکی ہے اور غیر اللہ کی محبتوں نے اپنی جڑیں مضبوط کرلی ہیں عشق کی آگ بجھ چکی ہے لہٰذا مسلم امہ اپنا مقام حاصل کر سکتی ہے تو اسی طرح کہ اپنے سینوں میں دوبارہ اللہ کی محبت اور عشق کی جوت جلائے تاکہ باطل قوتیں جل کر راکھ ہو جائیں۔

اس وقت مسلمان تو کروڑوں اربوں ہیں مگر مومنوں کی وہ خاص جماعت کہیں نظر نہیں آتی جو قرون اولی کا منظر پیش کر سکے خال خال مومن اور ولی اللہ ہیں بھی تو وہ بھی تنہا ہیں مجتمع نہیں ہیں جس سے مسلمان اجتماعی طور پر بھرپور افادہ حاصل نہیں کر سکتے لہٰذا ضرورت اس امر کی تھی کہ ایک ایسی جماعت قائم کی جائے جو اس کمی کو پورا کرتے ہوئے مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح خالصتاً" روحانی انداز میں کرے تاکہ مسلمانوں کے قلوب اللہ کی محبت سے لبریز ہو جائیں اور اس کے نتیجہ میں وہی اسلام کی شان و حشمت دوبارہ قائم ہو جائے جس کی بدولت مسلمان اتباع رسول ﷺ میں مومن کی سی زندگی بسر کر سکیں اللہ کی محبت کو اپنا سرمایہ اور اسلام کی خدمت اپنی زندگی کا مشن سمجھ لیں چنانچہ اسی زبردست کمی کو پورا کرنے کے لئے آج سے تقریباً" پچاس سال قبل ایک عارف کامل اور ولی مکمل حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بفضل تعالیٰ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے نام سے ایک روحانی جماعت قائم فرمائی جس کا مقصد مسلمانوں کے قلوب میں اللہ کی محبت کو بیدار کر کے انہیں نام نہاد مسلمانوں سے صحیح العقیدہ مسلمان، مومن اور ولی اللہ بنانا ہے مسلکی گروہ بندی اور تفرقہ بازی سے پاک اور محبت و صداقت کی علمبردار

باقی صفحہ ۶۳ پر

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی ترقی

بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کی تصنیف "تعمیر ملت" سے اقتباس

پچھلے شمارہ میں یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ جب ہمارا دین مکمل ہمارا نبی برحق ہمارا قرآن ایک اور سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟ "مسلمانوں کے زوال کی وجوہات معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرن اول میں ان کی ترقی کے اسباب دریافت کئے جائیں اور دیکھا جائے کہ وہ کون سے اصول تھے جن پر عمل کر کے مسلمانوں نے ترقی کی تھی۔ اور یہ کہ اس زمانہ میں بھی ہم ان اصولوں پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں۔ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سرور دو عالم ﷺ کی پیدائش سے پہلے ملک عرب دنیا کا کمزور، جاہل اور پسماندہ ملک تھا۔ لیکن حضور کی بعثت کے بعد سو برس کے اندر اندر عربوں نے دنیا کے بہترین آدھے حصے پر قبضہ کرلیا اور اس نئی تہذیب کو بھی وہاں پھیلایا جو قرآن کی تعلیم سے وجود میں آئی تھی۔

یورپ کے اکثر مورخین اور محققین نے اس ترقی کے اسباب کی تحقیق اور تلاش میں عمریں صرف کردیں لیکن یہ لوگ چونکہ فخر کائنات کی روحانیت اور صداقت کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے انہوں نے قرآنی تعلیم کے صرف نفسیاتی پہلو پر نظر کی۔ حق تو یہ ہے کہ یورپ کی ترقی کے اصول وہی ہیں جو قرن اول کے مسلمانوں کی ترقی کے ہیں۔ جب خود مسلمان اپنے قرن اول کی تاریخ کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ اس محیر العقول ترقی کے اسباب معلوم کریں تو ان کی آنکھیں حضور ﷺ کی روحانی تاب ناکیوں یعنی معجزات و خوارق عادات سے خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں اور وہ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ نفسیاتی لحاظ سے اس تعلیم میں وہ کونسی طاقتیں پوشیدہ ہیں جو مردوں کو زندہ اور زندوں کو زندہ جاوید بنا دیتی ہیں۔ ہمارے خیال میں یورپ میں مادی فروغ اور روحانیت کے فقدان کی بڑی وجہ ہی یہ ہے۔ کہ اس نے تعلیم اسلام کا مطالعہ روحانی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ مادی عینک لگا کر کیا ہے۔ اس طرح موجودہ مسلمانوں کے زوال کا سبب بھی یہ ہے کہ وہ قرآن کا مطالعہ روحانی کرشمہ سازیوں

کی روشنی میں کرتے ہیں مادی افادیت کے خیال سے نہیں کرتے۔

ہر قوم کی ذہنی قابلیت کے لحاظ سے کم از کم تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے طبقہ اعلیٰ ' طبقہ اوسط ' طبقہ ادنیٰ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ترقی دینا چاہتا ہے تو اس میں ایک ایسا آدمی پیدا کر دیتا ہے کہ طبقہ اول کی غالب اکثریت دل و جان سے اس کی پیرو بن جاتی ہے۔ اب یہ لوگ اس کی ہاں پر ہاں اور اسی کی نہیں میں نہیں کہتے ہیں۔ اسی کے اشاروں پر جیتے اور اسی کے حکم پر مرجاتے ہیں۔ اس طرح ایک ایسی جماعت منظم طور پر وجود میں آتی ہے جو اپنے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کی وجہ سے ساری قوم میں ہر دلعزیز اور معزز بن جاتی ہے۔ طبقہ اوسط کی اکثریت اس جماعت کی ہر طرح تقلید اور مدد کرتی ہے اور پھر طبقہ ادنی کی تعداد کثیر بھی انہی کے نقش قدم پر چلنے لگتی ہے۔ اس طرح پوری قوم میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔

قوم عرب کے طبقہ اعلیٰ کی قیادت اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے سپرد کی تھی آپ ﷺ ایک تو ذاتی شرافت ' اخلاق اور دانائی کی وجہ سے افضل البشر تھے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ وہ تعلیم دی تھی۔ جو نہ صرف قوم عرب بلکہ تمام دنیا کے باشندوں کی فلاح و بہبود اور آئندہ امن و ترقی کے لئے ضروری تھی۔ حضور ﷺ چونکہ آخری نبی اور قرآن چونکہ آخری آسمانی کتاب ہے اس لئے اس میں دنیا اور عقبیٰ دونوں کے متعلق وہ تمام طریقے بیان کر دئے گئے ہیں جو قیامت تک نوع انسانی کی دنیاوی ترقی اور نجاب آخرت کے لئے ضروری ہیں یہ سچ ہے کہ قرآن میں صرف دو اصول بیان کئے گئے ہیں۔ تفصیلات نہیں دی گئیں۔ لیکن قرآن کا سب سے بڑا معجزہ ہی یہ ہے کہ انسانی دماغ پستی یا بلندی کی کسی حد تک پہنچ جائے کیسی ہی ایجادات ہو جائیں انسان اڑ کر دوسرے ستاروں تک جا پہنچے امن و امان سے زندگی گزارنے ' دنیاوی ترقی کرنے اور مرنے کے بعد دوسرے جہاں میں آرام و آسائش حاصل کرنے کے جو اصول قرآن میں بتائے گئے ہیں وہ ہمیشہ صحیح رہنمائی کرتے رہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ دنیوی ترقی کے لئے قرآن میں وہ کونسے اصول بتائے گئے ہیں
باقی صفحہ ۶۱ پر

حضور اکرم ﷺ بحیثیت مبلغ اسلام

محمد ارشد گکھڑ منڈی

فخر الانبیاء خاتم النبین امام الکل حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل گلشن کائنات پر خزاں کا دور دورہ تھا راہ حق و صداقت پر کفر کی تاریکیاں پردہ ڈال چکی تھیں اور روح انسانیت ضلالت و گمراہی کے ہلاکت خیز طوفان میں غوطہ زن ہو رہی تھی امن و امان اور چین و اطمینان مفقود تھا سفاکیت کا بازار ہر طرف گرم تھا انسانیت کی خشک کھیتی ابر کرم کے قطروں کو ترس رہی تھی اتنے میں فاران کی چوٹیوں سے آفتاب اسلام نے طلوع ہوا۔ رحمن و رحیم خدا نے گمراہ انسانوں کی ہدایت و رہبری کے لئے فخر کائنات مصور اخلاق محسن اعظم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو دین اسلام کی دعوت دی کفر و شرک ظلم و ستم اور ہر طرح کے اعمال قبیحہ سے انسانوں کو اجتناب کا حکم دیا آپ ﷺ نے 23 برس تک جس بینظیر اولوالعزمی جانفشانی اور مسلسل جدوجہد صبر و استقلال اور محنت و لگن کے ساتھ خدا کے دین کی تبلیغ فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ کے قلب اطہر میں تبلیغ دین کی کیسی لگن تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب ایک مرتبہ دن بھر کی تبلیغی جدوجہد اور دشمنوں کی اذیت رسانی سے چور چور رات کو تھکے ہارے گھر واپس تشریف لائے تو اطلاع ملی کہ مکہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی کے دامن میں کوئی قافلہ آکر قیام پذیر ہوا ہے سنتے ہی آپ نے آرام و راحت کو قربان کرتے ہوئے فوراً" ان تک پیغام خداوندی پہنچانے کے لئے روانہ ہو گئے گھر والوں نے عرض کیا کہ ابھی آپ تھکے ہوئے ہیں قافلے والوں سے کل صبح ملاقات کر لیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا معلوم صبح تک زندگی وفا کرے یا نہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قافلہ راتوں رات رخت سفر باندھ کر کہیں اور چلا جائے اس صورت میں میرا تبلیغی مشن نامکمل رہے گا۔

ابتدا" جب نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو آپ اعلانیہ طور پر تبلیغ کے لئے

مامور نہ تھے بلکہ اس میں صرف آپ ﷺ کی ذات کے لئے احکام تھے اس کے بعد آپ کو تبلیغ دین کا حکم ملا تو آپ نے تدریج اور تدبر سے کام لیتے ہوئے خفیہ طور پر پہلے ان لوگوں کو دین متین پر لانے کی کوشش کی جو آپ ﷺ سے بہت قریب تھے یہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، چچا زاد بھائی حضرت علیؓ آپ کے متبنیٰ حضرت زید بن حارث اور دیرینہ رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ جو دعوہ نبوت سے پہلے ہی آپ کے صدق و دیانت اور اخلاق فاضلہ سے واقف تھے یہ سنتے ہی آپ کی رسالت پر دل و جاں سے ایمان لے آئے حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے فیاض صائب الرائے اور ذی اثر تھے اچھے اچھے لوگ ان سے مشورہ کیا کرتے تھے اسلام میں داخل ہونے کے بعد حصرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ کو بھی کاروان حق کا مسافر بنا دیا اسی طرح چراغ سے چراغ جلتا رہا یوما" فیوما" ایمان لانے والوں کی تعداد تیس سے تجاوز کر گئی تو آپ نے ان لوگوں کی تعلیم و تبلیغ کے لئے حضرت ارقم کے گھر کو مرکز بنا لیا۔

تین برس تک اسلام کی اشاعت اسی طرح چپکے چپکے دھیرے دھیرے ہوتی رہی۔
اس برکت والے گھر میں اسلام کی تدریجی ترقی ایسی امید افزا ہوئی کہ اس کو دارالاسلام کا مبارک نام دیا گیا اس کے بعد چوتھے سال حکم الٰہی صادر ہوا

"جو آپ کو حکم دیا گیا وہ علی الاعلان کہہ دیں۔ آپ برملا لوگوں کو احکام خداوندی سنائیں اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں" الحجر 94

اس آیت کے نزول کے بعد آپ نے سرعام اسلام کی تبلیغ کی مزید برآں وحی الٰہی نے یہ بھی تاکید کر دی کہ اس تبلیغی کام کی ابتداء اپنے گھرانہ سے کریں چنانچہ حکم دیا گیا اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراتے رہیے۔

آپ ﷺ نے اس کی تعمیل میں اپنے عزیزوں کو کھانے پر بلا کر جمع کیا کھانے کے بعد آپ ﷺ نے مختصر سی تقریر فرمائی آپ نے فرمایا میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جس میں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہے اس بار گراں اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ سننے والوں میں سناٹا چھا گیا حضرت علیؓ نے فورا" اٹھ کر کہا اگرچہ مجھ کو آشوب چشم ہے اور میری

ٹانگیں کمزور اور پتلی ہیں اور میں سب سے زیادہ نو عمر ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا اس جواب پر لوگ ان کا مذاق اڑانے لگے اور سب لوگ ہنس پڑے کچھ لوگوں نے ابو طالب سے کہا کہ آپ نے اپنے بھتیجے اور بیٹے کا حکم سن لیا اب اس کے خلاف نہ کرنا اس تمسخر اور ناگواری کی فضا میں مجلس برخاست ہو گئی

آیت مذکورہ الصدر میں قریبی عزیزوں کے ذکر کی تخصیص اس لئے ہے کہ آپ کے اقارب خیر خواہی میں سب سے زیادہ حق دار ہیں اور ان کا حق مقدم ہے اور ویسے بھی آدمی کی صداقت و حقانیت خویش و اقارب کے معاملہ سے پرکھی جاتی ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ نجات بغیر رسول ﷺ کی اتباع کے نہیں اور آپ سے محض رشتہ داری ہرگز کافی نہیں خدا کے اسی حکم کی تعمیل میں حضور ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا اور جب سب جمع ہو گئے ارشاد فرمایا

لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک لشکر جرار جمع ہے اور تم پر حملہ آور ہونے والا ہے کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟

لوگوں نے جواب دیا

ہم نے تمہیں صادق اور امین پایا ہے تو جو کچھ کہے گا حق اور صداقت پر مبنی ہو گا

تب آپ نے فرمایا اے لوگو

میں تم کو خدا واحد کی جانب بلاتا ہوں اور صنام پرستی کی نجاست سے بچانا چاہتا ہوں میں تمہیں متنبہ کر رہا ہوں کہ کفر و شرک سے باز آ جاؤ اللہ پاک کو وحدہ لاشریک مان لو ورنہ تمہیں برباد کر دیا جائے گا تم اس دن سے ڈرو جب خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال و کردار کا حساب دینا ہو گا

یہ صدائے حق جب قریش کے کانوں میں پہنچی تو وہ حیران رہ گئے اور باپ دادا کے دین بت پرستی کے خلاف آواز سن کر برافروختہ ہونے لگے۔ اور سب سے زیادہ آپ کے حقیقی چچا ابو لہب کو طیش آیا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا (تو ہمیشہ ہلاکت و رسوائی کا منہ دیکھے کیا تو نے اس غرض سے ہم کو جمع کیا تھا) یہ بھی عجیب منظر تھا چند گھڑیاں پہلے جس محمد بن

عبداللہ کی صداقت و امانت خصائل حمیدہ سے ساری قوم متاثر ہو کر اس کی عظمت و عزت کرتی اس کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار کرتی ہے وہی آج اس اعلان پر کہ "محمد رسول اللہ ﷺ" ایک دم خون کی پیاسی بن گئی

رسول اکرم ﷺ کسی رکاوٹ کی پرواہ کئے بغیر دعوت و تبلیغ کے کام میں دل و جان سے مشغول رہے دوسری طرف ابو طالب آپ کے لئے سینہ سپر ہو گئے اور آپ کی ہر طرف سے حفاظت کرتے رہے اب قریش میں ہر طرح اور ہر وقت رسول اکرم ﷺ کا چرچا ہونے لگا لوگ ایک دوسرے کو آپ کی مخالفت اور دشمنی پر آمادہ کرنے پر اور اس کے لے فضا تیار کرنے لگے چنانچہ پھر ایک مرتبہ وہ سب ایک وفد بنا کر ابو طالب کے پاس آ گئے اور ان سے کہا اے ابو طالب آپ سن رسیدہ بزرگ ہیں اور ہماری نگاہ میں آپ کی خاص قدر و منزلت ہے ہم نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کر دیں لیکن آپ نے اس سلسلہ میں کچھ نہ کیا اب خدا کی قسم ہم اس سے زیادہ صبر نہ کر سکیں گے جتنا صبر کا ثبوت اب تک ہم نے دیا ہے اب ہم اپنے آباؤ اجداد کی مذمت اور ہم کو ناسمجھ و بیوقوف ٹھہرانے اور ہمارے معبودوں کو عیب لگانے کی کوشش زیادہ برداشت نہیں کر سکتے یا تو آپ ان کو اس حرکت سے باز رکھیں یا پھر ان سے اور آپ سے ہم نبٹ لیں گے یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی ایک فرد ختم ہو جائے۔

ابو طالب پر اپنی قوم کی جدائی اور دشمنی بھی شاق تھی اور وہ اس پر بھی راضی نہ تھے کہ رسول ﷺ کی مدد سے ہاتھ اٹھا لیں اور ان کو قوم کے حوالے کر دیں انہوں نے آپ کو بلا بھیجا اور کہا کہ میرے بھتیجے تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا ایسا کہہ رہے تھے ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں نہ اٹھا سکوں۔

رسول ﷺ کو یہ سن کر خیال ہوا ابو طالب ان کے معاملہ میں متردد رہیں اور اب آپ کی زیادہ حمایت و پشت پناہی نہ کر سکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں

اس کام کو چھوڑ دوں یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو غالب کرے یا میں اس راستہ میں ہلاک ہو جاؤں تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا یہ کہہ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ ﷺ رو دیئے اس کے بعد آپ اٹھے اور تشریف لے جانے لگے آپ کو اس طرح جاتا دیکھ کر ابو طالب نے آواز دی اور کہا میرے بھتیجے آؤ آپ ﷺ سامنے تشریف لے آئے اور انہوں نے کہا جاؤ اور جو تمہارا دل چاہے کہو اور جس طرح چاہو تبلیغ کرو خدا کی قسم میں تم کو کبھی کسی کے حوالے نہ کروں گا۔

نبی اکرم ﷺ نے خاندان اور برادری کے لوگوں کو راہ حق دکھانے اور ان کی ایمانی اور اخلاقی حالات درست کرنے کی خاطر کیا کچھ نہیں کیا۔ مگر قریش کے چند اصحاب کے سوائے کسی نے آپ کی دعوت پر لبیک نہ کہا اور عداوت و بغض کو اپنا شعار بنائے رکھا۔

آپ ﷺ نے طائف کا قصد فرمایا آپ کی نیت یہ تھی کہ قبیلہ کو اسلام کی دعوت دیں اور ان سے نصرت کے خواستگار ہوں آپ کو اہل طائف سے کچھ خیر کی امید تھی اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ آپ کے ایام رضاعت قبیلہ سعد میں گزرے تھے۔ جو طائف کے قریب آباد تھا۔

جب حضور ﷺ طائف تشریف لائے تو سب سے پہلے ثقیف کے سرداروں اور ذمہ دار لوگوں سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے اور ان کے پاس بیٹھ کر ان کو دین حق کی دعوت دی لیکن آپ کو اس کا بہت سخت اور برا جواب ملا انہوں نے آپ کا مذاق بھی اڑایا اور شہر کے اوباش لوگوں اور غلاموں کو آپ کے ستانے پر مجبور کر دیا یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے شور مچاتے اور آپ پر پتھر پھینکتے اور اس بے کسی اور کرب کے عالم میں آپ پناہ لینے کے لئے ایک کھجور کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے طائف میں آپ کو جتنا ستایا گیا وہ مشرکین مکہ کی ایزا رسانیوں سے کہیں زیادہ تھا انہوں نے راستہ کے دونوں طرف اپنے آدمی کھڑے کر دیئے آپ ﷺ ایک قدم بھی اٹھاتے تو آپ پر پتھر پھینکا جاتا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے۔

رسول ﷺ حج کے زمانہ میں تبلیغ اسلام کی مہم پر روانہ ہوئے تو عقبہ کے پاس

باقی صفحہ ۶۳ پر

نبی کریم ﷺ اور اطلاع غیب

سید عبداللہ شاہ بخاری لاہور

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آنحضرت ﷺ کو مستقبل میں رونما ہونے والے حالات سے آگاہ فرمایا (اور دور دراز صحابہ کرام کے حالات سے آگاہ فرمایا) کفار مشرکین اور یہودیوں نے جب کبھی کوئی الٹا سیدھا سوال کیا تو اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کو جواب سے آگاہ فرمایا اور آپ ﷺ نے ہمیشہ ہر ایک کو اطمینان بخش جوابات سے نوازا جس نے جس بات کی تمنا کی آپ ﷺ نے صرف اس جذبہ کے ساتھ کہ یہ خدا پر ایمان لائے گا اس کی تمنا یا فرمائش پوری کی اور خدا کے حکم سے اسے معجزہ دکھایا اب ذیل میں اسطرح کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں

ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید

ایک دفعہ آپ ﷺ جبل احد پر چڑھے آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق؄ اور حضرت عمر فاروق؄ اور حضرت عثمان؄ تھے یکایک پہاڑ تھرتھرایا آپ نے اس کو ٹھوکر ماری اور فرمایا ٹھہرائے احد تجھ پر تو ایک نبی ایک صدیق اوز دو شہید ہیں (صحیح بخاری)

اس مختصر حدیث اور واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروق؄ حضرت عثمان غنی؄ کی شہادت کی پیشگوئی فرمائی

منافق کی موت کی پیش گوئی

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ایک شدید ہوا چلی تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے چنانچہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے خبر دی کہ آج رفاعہ بن یزید مر گیا ہے در حقیقت یہ شخص بڑا منافق تھا (صحیح مسلم)

باقی صفحہ ۶۲ پر

جو چاہو مجھ سے پوچھو

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ حاضرین مجلس سے بعض اصحاب نے بعض سوال پوچھے جو آپ ﷺ کو ناگوار گزرے آپ ﷺ نے جلال نبوت میں آکر فرمایا سلونی عما شئتم (جو چاہو مجھ سے پوچھو)

ایک صحابی ؓ نے اٹھ کر کہا

یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا حذافہ

ایک دوسرے صحابی نے بھی ایسا ہی سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا "سالم غلام شیبہ" اور بار بار آپ ﷺ فرماتے جاتے "پوچھو مجھ سے پوچھو مجھ سے" چہرہ مبارک جلال نبوت سے تمتما رہا تھا یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اللہ اپنا پروردگار محمد اپنا رسول اور اسلام اپنا دین پسند ہے (صحیح بخاری)

معجزات نبی کریم ﷺ

جنگ موتہ کے لئے آنحضرت ﷺ کی پیشگی ہدایات

آنحضرت ﷺ نے حضرت عمیر ازری ؓ کو قیصر روم کے نام نامہ مبارک دے کر بھیجا۔ حضرت عمیر ابھی موتہ کے مقام پر پہنچے تھے کہ گورنر شام شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا جب آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ کو بہت دکھ ہوا اور آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارث کی کمان میں تین ہزار مجاہدین روانہ فرمائے آپ ﷺ نے کچھ راستہ چل کر اس لشکر کو الوداع کہا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے مجاہدین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اگر جنگ میں حضرت زید بن حارث کو کچھ ہو جائے تو لشکر کی کمان حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کریں گے اگر حضرت جعفر ؓ بھی شہید ہو جائیں تو نئے کمانڈر حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مجاہدین میں سے جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں ادھر شرجیل کو بھی مسلمانوں کے حملے کی اطلاع مل چکی تھی وہ ایک لاکھ کا لشکر میدان میں لایا دوسری طرف قیصر روم بھی ایک لاکھ کا لشکر میدان

آیا جنگ کا حال آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کو سنایا آپ نے حال اس طرح سنایا گویا کہ آپ میدان جنگ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں آپ نے فرمایا زیدؓ نے جھنڈا پکڑا اور بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے پھر حضرت جعفرؓ نے کمان سنبھالی جعفر نے پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹیں پھر حملہ کیا ان کا دایاں بازو کٹ گیا تو علم بائیں ہاتھ میں لیا بایاں بازو بھی کٹ گیا تو جھنڈا بغل میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے پھر جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ آیا وہ بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اب جھنڈا لیا خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اور اس کو فتح دی گئی میدان جنگ کا نقشہ آنحضرت ﷺ کے سامنے تھا اسی واقعہ کی بنا پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا (بخاری شریف)

یہ شخص دوزخی ہے

غزوہ حنین میں حضور ﷺ نے ایک شخص قزمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص دوزخی ہے جب کفار سے مقابلہ ہوا تو یہ شخص زخمی ہو گیا لوگوں نے کہا یا رسول ﷺ آپ تو اسے دوزخی فرماتے تھے (حالانکہ یہ جہاد کرتا ہوا زخمی ہو گیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق یہ دوزخی ہے تھوڑی دیر بعد قزمان نے زخموں سے تنگ آکر خودکشی کرلی حقیقت میں یہ شخص منافق تھا (صحیح بخاری)

کثرت تجارت اور عورتوں کا تجارت میں حصہ لینے کی پیشگوئی

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے خصومیت کا سلام ہو گا اور تجارت کا زور شور ہو گا حتی کہ عورت بھی اپنے خاوند کے کام میں ہاتھ بٹایا کرے گی (مسند احمد بن حنبل)

آنحضرت ﷺ کی یہ پیشگوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہو چکی ہے آج کے دور میں عورتیں کاروبار میں مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لے رہی ہیں اور خالص کاروباری تعلیم حاصل کر رہی ہیں ایم بی اے جو کہ صرف کاروباری ڈگری ہے طالبات یہ ڈگری حاصل کر رہی ہیں اور فیلڈ میں بھی نظر آتی ہیں

باقی صفحہ ۶۲ پر

حضرت سلمان فارسیؓ

عامر رشید انصاری گکھڑ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اصل آپ کی فارس ہے اندلس میں پیدا ہوئے آپ کا والد آتش پرست تھا آپ دین مجوسی سے بیزار ہو کر دین موسوی میں داخل ہوئے۔ بعد ازاں دین نصاری اختیار کیا شام و روم میں راہبان نصاری کی خدمت میں رہے اس راہ میں بہت سی تکالیف بھی برداشت کیں تقریباً" دس دفعہ فروخت ہوئے آپ کا آخری راہب جب مرنے لگا تو اس نے آپ کو بشارت دی کہ مدینہ میں نبی آخرالزمان کا دور قریب آرہا ہے تم اس نبی آخرالزماں کا مذہب قبول کر لینا اور جب آپ کا راہب مرگیا تو آپ نے اس بشارت کے مطابق مدینے کی راہ لی مدینہ جاتے ہوئے راستے میں ایک شخص نے غلامی کی تہمت میں آپکو گرفتار کر لیا اور پھر آپکو بنو قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن سہل کے ہاتھ فروخت کر دیا جب رسول اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے تو آپ ہجرت کے پہلے سال ہی مسلمان ہو گئے ہجرت کے پانچویں سال حضور ﷺ نے آپ کو یہودیوں سے آزاد کروا لیا آقائے نامدار کا ارشاد ہے کہ سابقین چار ہیں میں سابق عرب ہوں صہیب سابق روم ہیں۔ سلمان سابق فارس ہیں بلال سابق حبشہ ہیں رسول اکرم ﷺ کے خاص اصحاب اہل صفہ تھے جن کی بود و باش ہمیشہ مسجد میں تھی اور ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا کا گذر اصحاب صفہ پر ہوا آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے فقر و مجاہدے کے باوجود خوش و خرم ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہیں اور تمہاری اتباع کرنے والے تمام موجود و آئندہ لوگوں کو خوش خبری ہو کہ وہ سب میرے رفیق جنت ہونگے اور خدا کے برگزیدہ و پسندیدہ لوگ ہیں امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو مدائن کا گورنر مقرر کر دیا اور پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا وہ تمام رقم آپ راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور خود بوریا بانی سے گزارہ کرتے آپ کا کوئی گھر نہ تھا درختوں اور دیواروں کے سائے میں رہتے تھے ایک

باقی صفحہ ۵۹ پر

اللہ والوں کے انداز

سید محمد ادریس شاہ

ایک بار خلیفہ ہارون رشید عباسی شکار کھیل رہا تھا۔ مصاحب ساتھ تھے۔ اور اس دن خلیفہ بہت خوش تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے پوچھا "ابراہیم! کیا زندگی میں کوئی اور مسرت باقی ہے جو ہمیں حاصل نہ ہوئی ہو؟"

ابراھیم نے جواب دیا۔ "نہیں امیرالمومنین!"

اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے۔ کچھ باقی نہیں رکھا

"سچ کہتے ہو" ہارون رشید نے کچھ ٹھہر کر کہا

"میں اپنی زندگی میں کوئی کمی محسوس نہیں کرتا"

اچانک قریب کی جھاڑی سے ایک آواز آئی۔

" یہ بکواس ہے جس نے پوچھا! جس نے جواب دیا اور جس نے اسے سچ مانا۔ سب احمق اور بے وقوف ہیں۔ حقیقی مسرت سے تم سب ناآشنا ہو"

خلیفہ نے گھوڑا روک لیا۔ ابراھیم نے جھاڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تو کہاں کا پاگل ہے جو یہاں آکر بیٹھ گیا ہے۔؟ باہر نکل"

"خوب" جھاڑی کے اندر سے آواز آئی " دیوانے فرزانوں کو دیوانہ کہہ رہے ہیں"۔ اور ایک غریب آدمی جھاڑی سے نکل آیا۔ اس کے کپڑے پرانے تھے۔ جسم کمزور تھا۔ لیکن پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔ اور چہرے پر اطمینان و سکون برس رہا تھا۔

"تم کون ہو"؟ ہارون رشید نے سوال کیا۔

"بندہ خدا" اس نے جواب دیا

" ہماری رعایا میں سے ہو"؟ ہارون نے پوچھا "یا کسی اور ملک کے رہنے والے ہو؟" اس شخص نے جواب دیا "ہمارا اور تمہارا آقا ایک ہی ہے۔ تم بھی اس کے غلام ہو اور میں بھی۔ حکومت اور رعایا کے لفظ تو تم نے ایجاد کئے ہیں"

"تمہارا آقا کون ہے؟" ہارون رشید نے پوچھا

"محمد رسول اللہ ﷺ" اس نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا

ہارون رشید ایک لمحہ خاموش رہ کر بولا "تم نے سچ کہا ہم سب انہی کے غلام ہیں"

لیکن اس جواب پر وہ چیخ اٹھا۔ "مگر ہارون رشید تو کیسا خلیفہ ہے جو نہ اللہ سے ڈرتا ہے نہ اللہ کے رسول سے۔ آخرت کی فکر نہیں کرتا اور دنیا کی مسرتوں میں سرگرداں ہے"۔

ابراھیم نے غصے کے ساتھ کہا۔ "گستاخ انسان! تجھے اتنی عقل نہیں ہے کہ امیرالمومنین سے اس طرح گفتگو نہ کرنا چاہیے"

زاہد نے ابراھیم کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم پریشان نہ ہو، چاپلوسی نہ کرو گے تب بھی خلیفہ تجھے اچھی تنخواہ دیتے رہیں گے"

ابراھیم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ لیکن ہارون رشید نے ابراھیم سے کہا۔ خفا نہ ہو ابراھیم! تم سے زیادہ کڑوی بات تو مجھے کہی ہے۔ انہیں لے کر ہمارے محل میں آؤ"

خلیفہ نے گھوڑا موڑا اور بغداد کی طرف روانہ ہو گیا اس کے دل پر بوجھ تھا شکار اور تفریح کی لذت ختم ہو گئی تھی۔

ابراھیم اس مرد زاہد کو لے کر بغداد آیا۔ اور سب کو یقین تھا کہ اس پاگل آدمی کو سزا سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

خلیفہ ہارون رشید انتظار کر رہا تھا۔ ایک معمولی آدمی کی لعنت ملامت نے اس پر اتنا اثر کیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا۔ جیسے زندگی کی سب مسرتیں چھین لی گئی ہوں۔ ابراھیم نے اس شخص کو دربانوں کے حوالہ کیا اور خود خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ "وہ کہاں ہے؟" ہارون رشید نے بے چینی کے ساتھ پوچھا۔

ابراھیم نے جواب دیا۔ "امیرالمومنین! ایسا گستاخ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے قابل نہیں ہے، حکم دیجئے کہ میں اسے ٹھکانے لگا دوں"۔

ہارون رشید نے ابراھیم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "کس جرم میں" "گستاخی کی سزا میں"۔ ابراھیم نے جواب دیا۔

لیکن ہارون رشید نے آہستہ آہستہ کہا "نہیں" وہ دنیا سے بے نیاز شخص ہے۔ جن لوگوں نے اللہ اور اللہ کے رسول سے اپنا رشتہ قائم کر رکھا ہے وہ ہماری شان و شوکت کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے ہم دنیا دیکر انہیں جھکانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ دین کے نشے میں جھکنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی سزا دوسری ہے "

ابراھیم خلیفہ کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھ کر بولا

"آپ میں بڑی برداشت ہے امیرالمومنین "

"برداشت نہیں ہے" ہارون رشید بولا۔ "اگر برداشت ہوتی تو اسے جنگل ہی میں چھوڑ کر چلا آتا۔ اسی لئے بلایا ہے کہ معقول سزا دے کر محل سے نکال باہر کروں۔ میں نے اسے دربانوں کے حوالے کر دیا تھا۔ حکم ہوتا تو اسے وہیں سزا دی جاتی "

"ابھی نہیں" ۔ ہارون رشید نے جواب دیا۔ اس کا امتحان لے کر دیکھوں گا کہ واقعی زاہد ہے یا دنیا دار اور صرف لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے بھیڑ کی کھال اوڑھ رکھی ہے "۔

ابراھیم باہر گیا۔ زاہد دربانوں سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ جیسے اسے خلیفہ سے انعام پانے کی امید ہو سزا کا ذرا خیال نہ تھا۔

ابراھیم نے اسے ساتھ لیا اور خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ "اسلام علیکم یا امیر المومنین! زاہد نے بے باکی کے ساتھ سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام" خلیفہ نے جواب دیا۔ پھر حکم دیا کھانا لایا جائے۔ کھانا آیا خلیفہ نے زاہد کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس نے ہر طرح کا کھانا بڑے شوق سے کھایا۔ اور ہر کھانے کی تعریف کی۔ "میرے اللہ نے کیسے کیسے کھانے پیدا کئے ہیں۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔"

"یہ سب امیرالمومنین کی بخشش و عطیہ ہے ایک خدمت گار نے آہستہ سے کہا۔

لیکن زاہد نے جواب دیا۔ "امیرالمومنین کو میرے اللہ نے یہ سب بخشا ہے وہ تعریف کا مستحق ہے "

"سچ کہتے ہو" خلیفہ نے آہستہ سے کہا۔

جب کھانا ختم ہو گیا تو ہارون رشید نے پوچھا۔ میں تم سے چند سوال کرونگا۔ انصاف کے ساتھ ان کا جواب دینا"۔

"پوچھئے" اس شخص نے خلیفہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

ہارون رشید نے پوچھا۔ "تمھارے خیال میں میں زیادہ شریر ہوں یا فرعون تھا"

زاہد نے جواب دیا۔ "فرعون کیونکہ اس نے خدائی کا دعوی کیا اور کہا میں انسانوں کا سب سے بڑا رب ہوں"۔

ہارون رشید نے دوسرا سوال کیا "حضرت موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) تم سے بہتر تھے یا تم ان سے بہتر ہو"

زاہد نے جواب دیا۔ "بھلا مجھے ان پیغمبروں سے کیا نسبت؟ وہ اللہ کے رسول ہیں اور میں اللہ کا معمولی بندہ"

ہارون رشید نے کچھ ٹھہر کر کہا۔ "جب اللہ نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو فرعون کے دربار میں بھیجا تو نصیحت کی تھی کہ اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا حالانکہ وہ کافر اور گمراہ تھا۔ لیکن میں تو مسلمان ہوں اور اپنے امکان بھر اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں پھر بتاؤ تم نے میرے ساتھ جو سختی برتی اور منصب خلافت کا بھی کچھ پاس و ادب نہ کیا اس کا کیا سبب ہے؟"

وہ مرد زاہد تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "امیر المومنین مجھے آپ نے قائل کر دیا ہے واقعی میں نے نصیحت کا غلط طریقہ اختیار کیا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطی کی معافی مانگتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ امیر المومنین بھی مجھے معاف کر دیں گے" ہارون رشید نے کہا اللہ تعالیٰ تمھیں نیک ہدایت دے۔ میں نے تمھیں معاف کیا اور تمھاری جرات کا تمھیں انعام بھی دوں گا۔

پھر خادم کو حکم دیا۔ "دس ہزار درہم ان کے لئے حاضر کرو"

جب درہم کا ڈھیر لگایا گیا تو مرد زاہد نے کہا۔ "بھلا میں مرد سیاح! ان سکوں کا کیا کروں گا یہ کسی حاجت مند کو دے دیا جائے"

ایک فوجی سردار ہرشمہ بن یمین بھی موجود تھا۔ اس نے بگڑ کر کہا۔۔۔ "اے مرد جاہل تو امیرالمومنین کے عطیہ سے انکار کرتا ہے"۔

"یہ سب تم لوگوں کے لئے ہے" اس نے آہستہ سے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

ہارون رشید نے ہرشمہ کو ڈانٹا۔ "چپ رہو، تم اس معاملہ میں دخل نہ دو"

بلکہ میرا طریقہ ہے کہ جو شخص بھی میرے ساتھ بیٹھا ہے اسے کچھ نہ کچھ تحفہ دیتا ہوں تم بھی اس میں سے جتنا چاہو اٹھالو"

اس نے جواب دیا۔ "اگر امیرالمومنین کی یہی ضد ہے تو دو تھیلیاں لے لیتا ہوں۔ کیونکہ تیسرا ہاتھ نہیں ہے"۔

اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک تھیلی لے لی اور سلام کر کے باہر جانے لگا۔

اب ہارون رشید نے ابراہیم کو حکم دیا۔۔۔ "اگر یہ شخص تھلیاں لے کر باہر چلا جائے اور اپنے صرف میں بھی لائے تو اسے گرفتار کر لینا، تمہارا دل خوش ہو جائے گا"

ابراہیم اٹھا اسے خوشی تھی کہ اب یہ گستاخ آدمی سزا کے بغیر بچ نہ سکے گا ہارون رشید قصر خلافت کی چھت پر چلا گیا اور دیکھنے لگا کہ آدمی تھلیاں لے کر کدھر جاتا ہے۔

مگر خلیفہ نے دیکھا کہ زاہد محل میں سے نکلا اس کے ہاتھ خالی تھے ساتھ ہی دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا اور پکارتا جاتا تھا۔ "مجھے اللہ نے دنیا سے بچالیا مجھے اللہ نے دنیا سے بچالیا"

ہارون رشید نیچے اترا۔۔۔۔ "ابراہیم کو پوچھا۔۔۔ زاہد نے تھیلیاں کہا رکھیں ابراہیم نے غمگین لہجے میں کہا۔۔۔ "امیرالمومنین!! اس نے تھلیوں کے منہ کھولے اور دونوں تھلیاں دربانوں کے آگے انڈیل دیں اور بولا۔۔ "امیرالمومنین کا عطیہ ان ہی کے پہرہ داروں کے لئے مناسب ہے۔ پھر ہاتھ جھاڑتا ہوا نکل گیا"۔

ہارون رشید ایک لمحہ خاموش رہا۔ پھر بولا "ابراہیم! جنہیں درہم و دینار کی ہوس نہیں ہے وہی اعلان حق کی جرات کر سکتے ہیں۔ خدا کرے اسلام میں ایسے لوگ کبھی ختم نہ ہوں

سبق آموز

صفائی اور نقاشی

محمد اکرم اوپل جاگیر

ایک مرتبہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان اپنے اپنے فن پر بحث چھڑ گئی دونوں اس بات پہ بضد تھے کہ وہ اپنے فن میں یکتا اور بے مثال ہیں۔

چینیوں کا دعوی تھا کہ وہ نقش نگاری میں ایسا کمال دکھاتے ہیں کہ اس پر حقیقت کا گمان ہونے لگتا ہے۔ جب کہ رومی اپنے ہاتھوں سے ایسے کارنامے دکھاتے کہ دیکھنے والوں کو حیران کر دیتے تھے۔

دونوں گروہوں کو اپنے کمالات دکھانے کے لئے ایک کمرہ وقف کر دیا گیا مقابل کی دیواروں پر اپنا اپنا کام شروع کر دیا اور درمیان میں ایک پردہ حائل کر دیا چینیوں نے رنگ و روغن سے ایسی نقش نگاری کی کہ دیوار کسی باغ کا تختہ معلوم ہوتی تھی۔

چینی فنکار دل ہی دل میں اپنے کام کی داد دے رہے تھے دوسری طرف رومیوں نے ہاتھ کی صفائی سے میل کچیل اور زنگ دیوار سے صاف کر کے آئینے کی مانند شفاف بنا دیا جب درمیان سے پردہ اٹھایا گیا تو چینیوں کے بنائے ہوئے گل و برگ کا عکس دوسری دیوار پر نمایاں ہوا کہ چینی بے اختیار رومیوں کی ہاتھ کی صفائی پر عش عش کر اٹھے۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ رومی صوفی ہیں جو دلوں کو میل کچیل اور زنگ سے صاف کر کے آئینے کی مانند بنا دیتے ہیں پھر عشق الٰہی کے ایسے گل و برگ کا عکس ڈالتے ہیں کہ زندگی صد ہا گلزار سے قابل رشک بن جاتی ہے

(بقیہ درس قرآن)

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ نفلی صدقات و خیرات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ زکوۃ فرض ہے۔ وہ اس انفاق میں شامل نہیں ہے۔ ادائیگی زکوۃ کے لئے قرآن نے لفظ "زکوۃ" کو الگ ہی بیان کیا ہے اس آیت میں صرف دو عمل نماز اور انفاق مال کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ تمام انسانی اعمال کا تعلق اس کے بدن یا مال سے ہوتا ہے

ہم مسلمان کیوں ہوئے عبداللہ ڈی ہوگ (ہالینڈ)

محمد یونس ہاشمی گکھڑ

ایک روز میں ارنہم کے وسیع و عریض جنگل میں گھوم رہا تھا تھک کر درختوں کے جھنڈ میں ایک بینچ پر بیٹھ گیا تو قریب کے بینچ سے دھیمی دھیمی خوش الحان آواز میں سورہ رحمن کی تلاوت کی آواز آئی۔ ایک نہایت خوش پوشاک فرنچ کٹ سفید داڑھی والا ڈچ آنکھیں بند کئے جھوم جھوم کر سورہ رحمن کی قرات کر رہا تھا جب وہ فارغ ہوا تو میں نے اٹھ کر اسلام علیکم کہا اس نے وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہہ کر جواب دیا۔

"کیا آپ ڈچ مسلمان ہیں؟" میں نے پوچھا۔

اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ اس کا نام عبداللہ ڈی ہوگ تھا جب اسے معلوم ہوا میرا وطن پاکستان ہے تو وہ بہت خوش ہوا اس نے بتایا کہ اسلام کا تحفہ اسے کراچی میں نصیب ہوا تھا وہ پہلے ڈچ نیوی میں اعلیٰ افسر تھا وہاں سے قبل از وقت فراغت حاصل کر کے وہ مرچنٹ فلیٹ میں شامل ہو گیا اور ایک کارگو شپ کا کپتان بن گیا یہ جہاز مشرقی بندرگاہوں اور یورپ کے درمیاں سامان ڈھوتا تھا 1948ء میں اس کا جہاز ایک بار کراچی کی بندرگاہ پر کچھ سامان لدوانے کے لئے رکا گرمی اور حبس کا موسم تھا سامان لادنے والے مزدور پسینے میں شرابور تھے جہاز کے عملے نے انہیں ٹھنڈا پانی دیا تو سب نے پانی پینے سے انکار کر دیا ایک بوڑھے مزدور پر ڈی ہوگ کو بڑا ترس آیا جو گرمی اور حبس اور سامان کے بوجھ تلے بدحال ہو رہا تھا۔ دوسروں کی نظر بچا کر وہ اس بڈھے کو اپنے کیبن میں لے گیا اور اسے ٹھنڈے جوس کا گلاس دے کا اشارے سے کہا کہ یہاں اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ چپکے سے اسے پی لے۔ بوڑھے مزدور نے نفی میں سر ہلا کر جوس کا گلاس واپس کر دیا اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اللہ اللہ کہتا ہوا کیبن سے باہر چلا گیا ان دیکھے خدا کی ذات پر اس قدر مکمل ' بے ابہام اور غیر متزلزل ایمان دیکھ کر ڈی ہوگ کا دل تو اسی وقت مسلمان ہو گیا تھا مگر اس کے دماغ نے یہ تبدیلی ایک برس بعد قبول کی اس ایک برس کے دوران اس نے اپنے جہاز

باقی صفحہ ۶۰ پر

"عشق حقیقی اور تعمیر خودی"

عبد الرشید ساہی ڈسکہ

عشق خودی کے لئے آب حیات کا کام دیتا ہے عشق کی آبیاری سے ہی خودی زندہ و تابندہ بن جاتی ہے اور بندہ کو اللہ کا نائب بنا دیتی ہے علامہ کے نزدیک عشق کی گرمی اور محبت کی تپش ہی خودی کی اصل زندگی ہے

عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات. عشق سے نار حیات

عشق کی آگ میں بہت زیادہ قوت ہے خودی کی تمام بلندیوں اور تمام رفعتیں اس کی ممنون ہیں عشق میں وہ روشنی ہے کہ بڑی سے بڑی ظلمت کا خاتمہ کر دیتی ہے یہ وہ موضوع تند جوالا ہے جو ہنگوں کے نشیمن کو تہہ و بالا کر دیتی ہے عشق میں جہاں کوئی تڑپ ہے اس میں روح افزا اور دلکش ٹھنڈک بھی ہے ایسی ٹھنڈک کہ اگر اس عشق کو آتش نمرود میں بھی پھینک دیا جائے تو آتش کو یارا نہیں کہ اس ٹھنڈک کے سامنے زانوئے شکست نہ ٹیک دے عشق کی یہ روشنی جب مولانا رومی کی جلالت علمی تک پہنچی تو اس نے اس علم کو عمل بنا دیا جو علم مولانا رومی کی لائبریری اور مولانا کے دماغ تک محدود تھا اس علم کو مولانا کے رگ و پے اور صرف مولانا ہی نہیں بلکہ ان کے پورے ماحول پر نافذ کر دیا اور پورا روم اس کے نور سے جگمگا اٹھا بغیر عشق کے خودی اس شمع کی طرح ہے جس میں شعلہ نہ ہو -

تاریخ عالم کی ہزاروں کتابیں مجازی عشق پر لکھی گئیں انسانوں نے اس کیفیت سے مغلوب ہو کر ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ علم اور خرد کی رسائی سے باہر ہیں ان واقعات میں ایسے ایسے مقام بھی آئے ہیں کہ عقل ان کا تصور کرتے ہی کانپ جاتی ہے

اور سردست ان کو ماننے سے انکار کر دیتی ہے مگر حقیقت جھٹلائی نہیں جا سکتی ان مقامات کا ادراک صرف اسی کو ہو سکتا ہے جو اس رہگزر سے ہو کر آیا ہو

نہ فنا میری نہ بقا میری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈیئے

میں کس کا حسین خیال ہوں میرا کچھ وجود عدم نہیں

دراصل عشق مجازی ایک ایسا دریچہ ہے جس میں سے منزل کو باآسانی دیکھا جا سکتا ہے میرے اپنے خیال میں عشق حقیقی کو پالنے کا یہ نزدیک ترین راستہ ہے لیکن اس راستہ کا سراغ پیر حقیقت اور رہبر شریعت کے بغیر محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے عشق مجازی کے دوران اگر کسی مرد قلندر کی محبت اور قرابت میسر آ جائے تو یہ دو قدم کا فاصلہ ہوتا ہے وگرنہ انسان تاریکیوں میں خوار ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا لیکن یہ آب حیات جسے اقبال عشق کہتے ہیں کہاں سے حاصل کیا جا سکتا ہے اس کا سر چشمہ کہاں ہے؟ وہ کونسی ہستی ہے جو اس شعلہ شمع کا منبع ہے کون اس عشق و محبت کا منبع اور مرکز ہے؟ اقبال نے اس مقام پر فلسفہ زدہ صوفیوں کی طرح ٹھوکریں نہیں کھائیں عشق مجازی کے سراب میں اقبال کھویا نہیں نہ ہی اس نے شراب الست کو بہانہ بے عملی بنایا ہے

اس نے قرآنی سطور کو سامنے رکھ کر ہر نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے اقبال کی یہ تعلیم اس کا کوئی فلسفیانہ نظریہ نہیں بلکہ یہ اساس دین ہے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے "کوئی شخص اس وقت تک ایمان لا ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کو اپنی اولاد اپنے والدین حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں"

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں عشق محمد ﷺ سے اجالا کر دے

تو یہ معلوم ہوا کہ خودی کی اصل زندگی عشق ہے اور عشق بھی حضور اکرم ﷺ کا لیکن اس عشق کا اظہار کیونکر ہو کیا صرف زبانی خرچ تک صرف قوالیوں اور نعتوں کے ذریعے؟ نہیں ہرگز نہیں اظہار عشق کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی" (ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے پیروی

کرو) یعنی صرف زبانی کلامی دعوی غلامی سے بات نہیں بنے گی بلکہ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے سے خودی اپنے کمال کو پہنچے گی اور انسان کو خدا تعالی کا لقاء قرب اور محبت نصیب ہو گی اتباع کا مطلب ہے نقش قدم پر چلنا والہانہ عقیدت کے ساتھ اور سوائے ان نقوش کے کسی جگہ قدم نہ رکھنا اتباع کی عملی نظر واضح طور پر ہمیں صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آتی ہے ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا راز اسی میں پوشیدہ تھا آج بھی اگر کوئی انسان اپنی شدید محبت کا رخ مالک کائنات کی طرف موڑ دے اور اتباع رسول پر کمربستہ ہو جائے تو خدائے لم یزل کی قسم زندگی کے تمام شعبوں میں کامرانیاں اس کا مقدر بن جائیں گی اور تمام خدائی قوتیں اس کے تابع ہونگی

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے
طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوہ ساقی

آج بربادیاں ہمارا مقدر بن چکی ہیں مسلمان جگہ جگہ ذلیل اور رسوا ہو رہے ہیں کراہ ارض پر ہمارا زندگی بسر کرنا دشوار ہو چکا ہے ناکامیاں ہمارا منہ چڑا رہی ہیں ہم لحہ بہ لحہ پستی کی عمیق گہرائیوں میں اترتے جا رہے ہیں آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے ہم نے اس بارے میں کبھی نہیں سوچا کہ عشق کا تعلق عقل سے نہیں بلکہ عمل سے ہے یہ لب بام تماشائی نہیں ہے بلکہ یہ اندیشہ سود و زیاں سے برتر ہے یہ جان سے زیادہ تسلیم جاں پر یقین رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ وقت آیا تو

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اس عشق کے ذریعے جو عمل انگیز اور عمل پرور ہے جو نعرہ ہائے بلند کا نہیں بلکہ اتباع کا قائل ہے اس سے خودی کی تعمیر و تربیت ہوتی ہے اور اس طرح جو خودی کی تعمیر ہوتی ہے وہ تعمیر خودی نہیں بلکہ تعمیر حرم ہے اور وہ شخص جو اس طرح خودی کی تعمیر کرتا ہے وہ بالکل اسی طرح نیابت الہی کے مقام کو پہنچتا ہے وہ اسی طرح اللہ کا خلیفہ ہے جس طرح کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام تھے

لیکن یہ مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی اپنے رب سے شدید محبت ہو اور نبی مکرم ﷺ کی مکمل پیروی کی جائے اللہ تعالی کو کیا ضرورت تھی اس نے اپنے عزیز ترین بندہ اور محبوب ترین رسول کو مشکل سے مشکل ترین حالات سے گزارا آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے' کوڑا کرکٹ پھینکا گیا' گالیاں دی گئیں' ساحر اور جادوگر کے القاب سے نوازا گیا شعب ابی طالب میں معصور کر دیا گیا ہر قسم کا لین دین اور میل جول ختم کر دیا گیا مکہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا گیا اس پر بھی کفار کو سکون نہ آیا پھر مدینہ منورہ میں بھی سکون سے نہ رہنے دیا گیا نت نئے طریقے آپ ﷺ کو پریشان کرنے کے لئے تیار ہوتے رہے لیکن اس کے باوجود بھی آپ ﷺ کے پائے استقلال میں رتی برابر فرق نہ آیا آخر یہ سب کیا تھا؟ صرف اور صرف آپ کے عشق کا امتحان تھا جس میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامران قرار پائے اسی طرح جو بھی کوئی انسان میدان کار زار عشق میں قدم رکھے گا اس کا امتحان ضرور ہو گا یہ کام کم ظرف اور بزدل لوگوں کا نہیں ہے بلکہ یہ انتہائی دیو اور نڈر لوگوں کا کام ہے کہ جب بظاہر کچھ بھی نہ بچے تو بخوشی کہہ دیتے ہیں جیسے یار کی مرضی ہم تو خالق کائنات کی رضا پر ہر وقت راضی ہیں اور ہر حالت میں اسی کا شکر ادا کرتے ہیں بڑے سے بڑے مقام کے حصول کے لئے شدید ترین جدوجہد کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر گوہر نایاب ملنے کی امید پیدا ہوتی ہے پھر بھی یہ مقام اللہ کے فضل اور کرم کے بغیر ناممکن ہے

محبوب خدا نبی کریم ﷺ نے زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی رہنمائی فرما دی ہے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں آزاد اور خود مختار ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے اپنی مرضی سے کرتا ہے دراصل وہ تقدیر کا بھی پابند نہیں وہ اگر پابند ہے اور اسے ہونا بھی چاہیے تو وہ صرف ایک امر کا اور وہ ہے اس کے خالق اور مالک کا حکم اس کے مالک کا آئین اور ضابطہ حیات جو مختلف اوقات میں آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی شکل میں آتا رہا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی وہ چٹھی بھی آ گئی جس کو رب کریم نے مکمل ضابطہ حیات کہا ہے انسان کو دنیا میں اس طرز کی زندگی گزارنی چاہیے جس طرز کی زندگی گزارنے کے لئے اسے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے

جن باتوں سے ان کو روکا گیا ہے اسے ان باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہیے اس کی تعلیم و تربیت انبیاء کرتے آئے ہیں اور جب سے نبی کریم ﷺ پر آکر انبیاء کی آمد کا سلسلہ ختم ہوا ہے یہ تربیت یعنی آدم گری اب اولیائے کرام کرتے ہیں رسول ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کر کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام سن لیا ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نشاندہی فرما دی کہ اولیاء کرام میرے وارث ہونگے اب یہ وہی کام سرانجام دے رہے ہیں لیکن اولیاء اللہ کی پہچان بہت ضروری ہے نام نہاد صوفیوں راہبوں اور دوکاندار پیروں نے دین کو سخت نقصان پہنچایا ہے یہ خدا کے مجرم ہیں ولی اللہ تو اتباع رسول میں غرق ہوتا ہے وہ کسی ایسے کام کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو کہ آپ ﷺ نے نہیں کیا کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی انسان کامیاب و کامران قرار پائے گا جو کہ نمونہ اکمل ﷺ (نبی مکرم ﷺ) کے عشق میں غرق ہو گا۔

انسان جب اس دنیا سے واپس بلا لیا جائے گا تو اس سے جواب طلبی کی جائے گی کہ دنیا میں اپنا فرض کس حد تک پورا کیا۔ کس حد تک وہ خدا کا نائب' خدا کا فرمانبردار رہا اور خدا کی مرضی کے مطابق تسخیر کائنات کرتا رہا اور کس حد تک اس نے باغیانہ طور پر اپنی من مانی کی اسے اس کا اپنا جسم اور کائنات کی دیگر اشیاء بطور امانت دی گئی تھیں اگر اس نے مالک کے دیۓ گئے جسم کے ساتھ مالک کی کائنات میں مالک کی مرضی کے خلاف تمام اشیاء کو استعمال کرنا شروع کر دیا تو اس نے امانت میں خیانت کی اس کے خلاف ایک عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا اور سزا دی جائے گی لیکن اگر ان نے مالک کی دی ہوئی امانتوں کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کیا تو اسی عدالت سے اس کو انعامات دیئے جائیں گے انسان مالک سے انعام و اکرام حاصل کرنے کے لئے صرف اسی وقت کامیاب ہو گا جب وہ خدا اور رسول خدا سے عشق کی حد تک محبت کرنے لگے گا دنیاوی زندگی میں بھی یہی اصول کار فرما ہے کوئی انسان جب تک اپنے مقصد کو پانے کے لئے جنونی حد تک کاوش نہیں کرتا وہ ساحل مراد کو نہیں پا سکتا

میاں محمد صاحب فرماتے ہیں

جس تن اندر عشق سمانا فیر نئیں اس جانا
سوہنے پاویں ملن ہزاراں اساں نئیں یار وٹاناں

جو انسان اللہ کو رب مان کر اس پر ڈٹ جاتا ہے وہی دنیا اور آخرت میں فلاح پاتا ہے منزل مقصود کو حاصل کرنا کم ہمت لوگوں کا کام نہیں ہے یہ بڑے بلند ارادہ 'باہمت نڈر' ولولہ انگیز جذبہ اور مستقل مزاج لوگوں کا کام ہے اگر زندگی میں جذبہ عشق شامل نہ ہو تو انسان اپنی حیثیت اپنا منصب اپنی منزل اپنی عظمت اور اپنا مقام بھول جاتا ہے اور بالکل حیوانوں کی مانند ہوتا ہے اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ وہ ہے کون کس لئے پیدا ہوا اس کو کیا کرنا ہے ایک شخص آپ کو راستہ میں ملے اور آپ اس سے دریافت کریں کہ تم کون ہو اور کہے پتہ نہیں کہاں سے آ رہے ہو کہے پتہ نہیں اچھا بھائی کہاں جا رہے ہیں کہے پتہ نہیں تو اس شخص کے بارے میں آپ یہی رائے قائم کریں گے کہ یہ شخص پاگل ہے یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔

عشق کائنات کا عروج ہے انسانیت کا فخر ہے زندگی اس میں مضمر ہے اس میں حیا ہے زندگی کی بقا ہے انسان کی انا ہے یہ حقیقت وفا ہے حق کی صدا ہے اس میں بڑا مزہ ہے

عشق خودی کی تعمیر کرتا ہے اس میں رنگ بھرتا ہے عشق کے بغیر خودی مانند مردہ ہے نہ ہی اس کا وجود ہے نہ اس میں سرور ہے خودی عشق کے بغیر بے کیف اور بے نور ہے

علامہ اقبال کا پیغام جو انہوں نے جذبہ عشق کے متعلق ارشاد فرمایا ہے

ہے ابد کے نسخہ دیرینہ کی تمہید عشق
عقل انسانی ہے فانی زندہ جاوید عشق
عشق کے خورشید سے شام اجل شرمندہ ہے
عشق سوز زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے
رخصت محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر
جوش الفت بھی دل عاشق سے کر جاتا عشق

باقی صفحہ ۶۲ پر

والدین کا احترام

شہزاد سرور گکھڑ

والدین کے انسان پر اس قدر احسانات ہوتے ہیں کہ کسی طور ان کا پورا بدلہ نہیں چکا سکتا ہر شخص کو یہ احسانات معلوم ہیں دنیا کے ہر انسان معاشرے اور ہر مذہب کی اخلاقیات کا پہلا سبق ہی والدین کا احترام رہا ہے قرآن و حدیث میں والدین کے احترام کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

اولاد کا فرض ہے کہ وہ عمر کے جس حصے میں بھی ہو یعنی بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اپنے والدین کی فرمانبرداری کرے ان کے احکام کو بجالائے اور والدین کو بھی اپنی اولاد سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے اور بے لوث محبت کرنی چاہیے اسی سلسلے میں حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے

"اگر تیرے والدین تجھے کنبہ اور دنیا سے نکل جانے کا حکم دیں تو جب بھی ان کی نا فرمانی نہ کرنا"

حدیث نبوی کی رو سے والدین کی نافرمانی سب سے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے

"والدین کی نافرمانی کی سزا انسان کو اس کی زندگی ہی میں گھیر لیتی ہے"

اگر والدین اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

ترجمہ "اور اگر وہ (یعنی والدین) تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے جس کا تجھ کو علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا"

اسی طرح کوئی بھی حکم جو خلاف شرع ہو اس کو نہیں ماننا چاہیے مگر اس کے سوا ان کے کسی حکم کے ماننے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے

بارے میں قرآن پاک میں بار بار ذکر آیا ہے

ترجمہ "اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو"

حسن سلوک میں ادب تعظیم اطاعت سے لیکر والدین کی خدمت تک سبھی چیزیں آتی ہیں

والدین کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے ان کے ساتھ ادب اور نرمی سے گفتگو کرنے چاہیے ان کے ساتھ اونچے لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے اور انہیں جھڑکنا نہیں چاہیے ان آداب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب اولاد جوان ہو اور والدین بوڑھے ہوں کیونکہ انسان بڑھاپے میں چڑ چڑا پن کا شکار ہو جاتا ہے اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے نسلی تفاوت کی وجہ سے بہت سے امور میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں

والدین کی ناراضگی سے جس قدر ہو سکے اتنا ہی زیادہ بچنا چاہیے حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے

"تین دعائیں قبول ہوتی ہیں (۱) مسافر کی دعا (۲) مظلوم کی دعا (۳) اور والدین کی بد دعا بیٹے کے لئے

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ

"باپ کی خوشنودی میں اللہ کی خوشنودی ہے اور باپ کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے"

ہمیں مسلمان ہونے کے ناتے چاہیے کہ ماں باپ کی عزت کریں اور ان کا احترام کریں اور ان کی خدمت کریں ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ حضور ﷺ مجھ پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے تو آپ نے فرمایا تیری ماں کا دوسری بار صحابی نے پھر پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا تیری ماں کا تیسری مرتبہ یہی جواب دیا اور چوتھی بار فرمایا کہ تیرے باپ کا

اس لئے ہمیں چاہیے کہ ماں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں ایک جگہ ارشاد ہے

"ماں کے قدموں تلے جنت ہے"

باقی صفحہ ۵۹ پر

"جھوٹی قسم سے اجتناب"

ڈاکٹر عتیق الرحمن

اسلام خدا کا آخری اور ہر لحاظ سے مکمل دین ہے جس کے پیش نظر ساری کائنات کی اصلاح و فلاح ہے یہ کسی خطہ اور کسی خاص نسل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ یہ پوری دنیا کی انسانیت کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ساری انسانیت کے لئے بھیجا تاکہ ان کی اصلاح ہو سکے جہاں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں کی نگرانی کی اور مختلف منزلوں میں انسانیت کو سہارا دیا وہاں انسانیت کو اپنے اعضاء کی حفاظت اور اس کے بے جا استعمال سے بھی منع فرمایا انسان کے اعضاء میں ایک اہم عضو زبان ہے اسی پر اعتماد کر کے دنیا کے اکثر و بیشتر معاملات طے کئے جاتے ہیں اگر انسانی جسم کا یہ چھوٹا سا گوشت کا لوتھڑا درست ہو جائے اور جھوٹ اور کذب بیانی کی بجائے اس سے سچائی اور حقیقت کا اظہار ہونے لگے تو انسان کے درجات اس وجہ سے بلند ہو جائیں گے۔ وہ سچا حق گو اور قابل فخر اور قابل امتیاز ہو جائے گا وہ حق گو صداقت کا ایک مجسمہ اور مثال بن جائے گا جس طرح حضور ﷺ تھے جنھوں نے نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ بد دیانتی کی اور نہ کبھی جھوٹی قسم کھائی اسی وجہ سے امین کا لقب آپ کی پہچان کی ایک علامت بنا اور تو اور کفار بھی آپ ﷺ کے پاس اپنی چیزیں امانت کے طور پر رکھتے تھے یہ اعتماد اور حق گوئی کی وجہ سے تھا اور اس کے برعکس جھوٹے وعدوں، جھوٹی قسموں اور کذب و افتراء سے یہی چھوٹا سا ٹکڑا اس کے لئے باعث فخر کی بجائے وبال جان بن جاتا ہے۔

اسلام جھوٹ سے اجتناب اور اس قبیح عادت سے بچنے کی ہر ممکن تلقین کرتا ہے اور جھوٹی قسم کو کبیرہ گناہ قرار دیتا ہے جھوٹی قسمیں کھانے کے متعلق قرآن و حدیث میں شدید ترین وعید آئی ہے

ارشاد ربانی ہے

"بے شک وہ لوگ جو اپنے اقرار کے بدلے جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا اور اپنی

قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کرتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے بات تک نہیں کریں گے اور روز قیامت ان پر رحمت کی نگاہ ڈالیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا"

دنیاوی زندگی میں بھی وہ لوگوں میں برے قسم کے لوگوں اور جھوٹے گردانے جاتے ہیں معاشرہ کا ہر فرد حتی الامکان اس قسم کے لوگوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے آج کل ہمارے معاشرے میں ہزاروں افراد ایسے ملیں گے جو بات بات پر جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ اگر کسی معاملہ میں ان کو تھوڑا سا بھی فائدہ نظر آتا ہے تو اپنا ایمان داؤ پر لگا کر جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں چنانچہ ایسے کمزور ایمان والے لوگوں کو آنحضور ﷺ نے فرمایا

"کہ جس شخص نے کسی مسلمان کا مال ناحق خورد برد کیا تو وہ اللہ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوں گے

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا

اے اللہ کے رسول ﷺ کبیرہ گناہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبائر میں ایک یہ بھی ہے کہ کسی مسلمان کا مال ناحق ہڑپ کرنا اور پھر اس پر جھوٹی قسم کھالینا یہ بھی کبیرہ گناہ میں ہے

ہمارے معاشرہ میں جو بے شمار برائیاں پائی جاتی ہیں ان میں ایک برائی یہ ہے کہ تاجر حضرات اپنا مال فروخت کرنے کے لئے ہر طرح کے اچھے برے طریقے استعمال کرتے ہیں جہاں ملاوٹ دھوکہ بازی اور ناپ تول میں کمی بیشی کی بیماریاں پائی جاتی ہیں وہاں جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسمیں اٹھا کر سودا سلف بیچنا اور گاہک کو ہر طرح سے پھانسنا اور معمولی سے نفع کی خاطر جھوٹی قسم اٹھا کر اپنی عاقبت کو خراب کرنا عام رواج بن گیا ہے اگر کسی قسم کا کوئی ظاہری عیب یا نقص پایا جاتا ہے تو اسے نیچے چھپا کر اچھی چیز اوپر رکھ دی جاتی ہے تاکہ گاہک کو یہ معلوم ہو کہ جس طرح اوپر مال پڑا ہے اسی طرح نیچے پڑا ہے جب کہ اس نقص اور عیب کو چھپایا گیا ہے اور اگر گاہک اپنی تسلی کے لئے پوچھ لے تو جھوٹی قسم اٹھا کر اس کی تسلی

کرادی جاتی ہے حالانکہ اسلام نے واضح طور پر اس کی مذمت کی ہے حدیث شریف میں ہے تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں کریں گے نہ قیامت کے دن ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون ہیں آپ نے تین مرتبہ دہرایا کہ وہ خسارے اور ہلاکت میں ہیں ان تینوں میں سے ایک وہ ہے جو اپنا مال جھوٹی قسمیں اٹھا کر بیچتا ہے ایک حدیث میں ایسے تاجر کا مقام اور بلند درجہ بتلا دیا گیا ہے جو دھوکہ دہی اور جھوٹی قسموں سے اجتناب کرتا ہے اور تجارت میں سچائی اور ایمانداری کے اصول پر کاربند رہتا ہے۔

"سچا ایماندار تاجر انبیاء صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی تجارت میں دھوکہ دہی، ملاوٹ اور جھوٹی قسموں سے اجتناب کرتا ہے اور ایمانداری اور سچائی کو اپنا شعار بناتا ہے اس کے درجات بلند ارفع اور اعلیٰ ہیں لیکن اس کے مقابلے میں ایسا شخص جو تجارت میں کذب بیانی دھوکہ دہی اور جھوٹی قسموں کا سہارا لیتا ہے اس کی سخت مذمت کی گئی ہے اور اسے اس کے انجام بد سے ڈرایا گیا ہے

ایک صحابیؓ روایت کرتے ہیں۔

کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ عید گاہ کو نکلے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ خرید و فروخت میں مشغول ہیں تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا اے تاجرو تو انہوں نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اور اپنی گردنیں اور نظریں آپ کی طرف کر لیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تاجر قیامت کے روز فاجر اٹھائے جائیں گے مگر وہ تاجر نہیں جو اللہ سے ڈرتا رہا اور اپنی تجارت میں اچھائی اور سچائی کو اپنایا اور اپنائے رکھا گویا ایسا تاجر جس نے تجارت میں خیانت اور دھوکہ بازی سے پرہیز کیا تجارت میں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پرہیز کیا اور لوگوں کے ساتھ لین دین اسلامی اصولوں کے مطابق رکھا اپنے مال کی خرید و فروخت اور تجارت کے معاملہ میں سچائی سے کام لیا اور کذب اور جھوٹی قسمیں نہ اٹھائیں

اور ان سے باز رہا تو وہ فاجروں کے زمرہ سے بچ گیا اور وہ صدیقین اور شہداؤں کا ساتھی بن گیا۔

شریعت نے واضح کر دیا کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ جھوٹی قسم اٹھا کر یا معاملات میں حذع و فریب کے ذریعہ اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے یا جھوٹی قسمیں اٹھا کر دھوکہ دے تو یہ مومن کی صفت نہیں بلکہ یہ منافق کی علامت ہے کہ

"جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے"

ایک صحیح اور پختہ ایمان مسلمان کی صفت تو یہ ہے

"مسلمان مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہے"

آج کل عدالتوں اور کچہریوں میں پیشہ ور قسم کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو تھوڑے سے پیسوں کے عوض جھوٹی قسمیں اٹھا کر ظلم اور حق تلفی کے مرتکب ہوتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا کفارہ ادا نہیں ہو سکتا ان پانچوں میں سے ایک جھوٹی قسم اٹھانی ہے جو کسی کا ناحق مال ہضم کرنے کے لئے اٹھائی جائے۔ اگر قسم اٹھانی ہے تو سچی قسم اٹھائے اور جھوٹی قسم سے اجتناب کرے نسائی شریف میں روایت ہے۔

اگر تم نے قسم اٹھانی ہے تو اللہ کے نام کی قسم اٹھاؤ اور سچی قسم اٹھاؤ

پس ہمیں چاہیے کہ ہم سچائی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں

میری تمام دعائیں اس شخصیت کے نام جس نے میرے سوچ کے ساتھ ساتھ میری عادت اور کردار تک کو بدل کر ایک مثبت سوچ اور کردار کا ہم زاد بنایا دعا ہے کہ اللہ میرے باباجی کو عمر خضر عطا فرمائے اور ہر باشعور انسان کو اس روشنی سے فیض یاب ہونے دلوں کو منور کرنے اور سینوں کو سکون بخشنے کے لئے ان کی صحبت سے نوازے

دعا ہے کہ رب کریم ان کو تندرستی دے اور ان کا دست شفقت ہمیشہ ہمارے سروں پر رہے۔ آمین

شانِ مومن

محبت کی زندگی

خرم مرادؒ

محبت کا لفظ خود ہی اپنے اندر بڑی مٹھاس ، کشش ، کیف لذت اور مزہ رکھتا ہے کسی کے متعلق کے ساتھ یہ لفظ بولا جائے تو دل میں زندگی کی ایک رو دوڑ جاتی ہے ۔ ہم سب محبت کے مزے سے آشنا ہوتے ہیں ۔ یہ کوئی انوکھی اور اجنبی چیز نہیں ہے ۔ انسانوں کے تعلق سے ۔ محسوسات کے تعلق سے ۔ مال و دولت کے تعلق سے ۔ اپنی عزت و آن کے تعلق سے اور خود اپنے نفس سے محبت کے تعلق سے ہم خوب جانتے ہیں کہ محبت کیا چیز ہوتی ہے ۔ اس کا مزہ اگر دل کو لگ جائے ۔ اور دل میں اتر جائے تو کیا کرشمے دکھاتی ہے ۔ کوئی چیز بھی اجنبی نہیں ہے ۔ اللہ کی محبت اولیا اللہ کی خصوصیتوں میں شمار ہوتی ہے اور تمام مسلمان شاید سمجھتے ہیں کہ یہ وہ مقام اور درجہ ہے جو اللہ کے بہت بڑے برگزیدہ بندوں کو نصیب ہوتا ہے لیکن اللہ تعالے تو یہ فرماتا ہے کہ یہ تو ایمان کی نشانی ، ایمان کی شرط اور ایمان کی روح ہے ۔ ایمان کا راستہ ہی عشق و محبت کا راستہ ہے ۔

" جو بھی ایمان لائیں گے وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے " اور جو لوگ اس کا کام کریں گے اس کے دین کو لے کر کھڑے ہوں گے اس کے دین پر عمل کریں گے اس کے دین کو قائم کریں گے ۔ ان کی بھی اس نے پہلی صفت ہی بیان فرمائی ہے کہ اللہ کو ان سے پیار ہے ، ان کو اللہ سے پیار ہے اور اللہ نے اپنی محبت پہلے بیان فرمائی ۔ جو اس کی راہ آجائے تو اس کی راہ پر چل پڑے ۔ اس کے دین کے لئے اپنے آپ کو لگا دے ، وہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے اللہ تعالے اس سے پیار کرتا ہے ۔ گویا کہ " دو طرف برابر کی آگ لگی ہوئی ہے " والا معاملہ ہے ۔ وہ اس کی محبت میں غرق اور وہ (اللہ) ان سے محبت رکھتا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ محبت تو ایمان کی روح اور ایمان کی جان ہے اس کے بغیر ایمان توحید الفاظ کا مجموعہ ہے جو زبان سے ادا ہو جاتے ہیں یا ایک لباس ہے جس کو آدمی وضع قطع ، چال ڈھال مختلف چیزوں سے اپنے اوپر اوڑھ لے ۔ لیکن اصل مزہ تو وہ

ہے۔ کہ دل کو بھی لذت بخشے اور جس کے پیچھے چلنے میں مزا بھی آئے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جن چیزوں سے ایمان کی مٹھاس حاصل ہوتی ہے۔ جس سے زبان کو مزہ اور چسکا لگ جاتا ہے اس میں ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہر چیز سے زیادہ پیارے اور محبوب ہو جائیں۔ یہ کفیت ہوتی ہے جب ہی ایمان دل میں اترتا ہے ایمان کا مزہ لگتا ہے ایمان میں لذت آتی ہے ایمان کے مطالبے آدمی دل کے تقاضے سے پورے کرتا ہے۔ محبت کی راہ میں کسی کو دھکا دینا پڑتا ہے۔ کہ جاؤ اس کے کوچے میں جاؤ اس کے دروازے پر جاؤ اس کو یاد کرو۔ یہ سبق کسی کو پڑھانے کے ضرورت نہیں ہوتی۔ محبت تو خود ہی استادوں میں سب سے بڑے استاد اور سکھانے والوں میں سب سے بڑی سکھانے والی ہے۔ اور قوتوں میں سب سے بڑی قوت۔ انسانوں کے بھی دل فتح کرلیتی ہے۔ جمادات اور بناتات کے دل بھی فتح کرلیتی ہے کسی پودے کو آپ پیار دے کر دیکھیے پانی دیجئے خبر گیری کیجئے لہلہا اٹھتا ہے رنگ رنگ کے پھول آپ کی گود میں ڈال دیتا ہے جس کو بھی آپ محبت دیں گے وہ مفتوح ہو جائے گا اس کا دل بھی فتح ہو جائے گا اور وہ آپ کا غلام بن جائے گا۔ یہ اللہ تعالے کی محبت اور اللہ کے واسطے سے اور بہت ساروں کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی۔ اس کی کتاب کی۔ اس کے دین کی۔ اس کی امت کی اور اس کی راہ میں ساتھ چلنے والوں کی ---- یہی محبت کی زندگی ہے جو ان سارے مسائل کا حل ہے کہ جو ہمیں روز پیش آتے ہیں۔ جتنی زیادہ یہ محبت پیدا ہوتی ہے۔ دل میں اترتی جائے۔ رچتی بستی چلی جائے اس قدر ہی مسائل کا جنگل صاف ہوتا چلا جاتا ہے اس لئے سب سے بڑھ کر اسی محبت کی فکر کرنی چاہیے۔ یہ محبت کوئی مصنوعی ذرائع سے نہیں پیدا ہوتی لیکن یہ محبت کوئی طبعی محبت بھی نہیں ہے کہ جس طرح باپ کو بیٹے سے ہو جاتی ہے۔ مرد کو عورت سے ہو جاتی ہے۔ آدمی کو کسی حسین چیز سے ہو جاتی ہے لیکن حسن۔ جمال۔ کمال اگر کسی کے پاس ہیں تو سب سے بڑھ کر تو اس رب عظیم کے پاس ہیں۔ اس کے حسن کا جلوہ ہے جو کائنات میں ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ جدھر دیکھے بکھرا ہوا ہے۔ یہ حسن ازلی ہے۔ ابدی ہے۔ اعلیٰ ہے۔ ہر جگہ نظر آتا ہے اور حسن سے ہی احسان نکلا ہے اور اس کے احسان کی بھی کوئی

حد نہیں۔ ہر سانس جو اندر ہوتا ہے وہ بھی اسی کا احسان ہے۔ اور ہر سانس جو باہر جاتا ہے وہ بھی اسی کا احسان ہے اور لقمہ جو آدمی سمجھتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے منہ میں رکھتا ہوں درحقیقت وہی رکھتا ہے "یطعمنی" اور ہر پانی کا گھونٹ جو آدمی سمجھتا ہے کہ اس نے اٹھا کر پیا ہے وہ بھی تو وہی پلاتا ہے اور آدمی دوا کھا کر سمجھتا ہے کہ میں تو ٹھیک ہو گیا ہوں۔ اصل میں شفا بخشنے والا تو وہی ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے اذن کے بغیر مل سکتی ہو۔ اگر مل سکتی تو دینے والا خود خدا بن جاتا۔ اس دنیا میں دو خدا نہیں ہیں۔ ایک ہی خدا ہے۔ دو ہو بھی نہیں سکتے۔ محبت میں یہ تقاضا تو نہیں ہے۔ صرف اسی سے محبت ہو بلکہ یہ تقاضا ہے کہ سب سے بڑھ کر اسی سے محبت ہو۔ اس نے اور بھی محبتیں رکھی ہیں۔ مال کی محبت۔ اعزہ واقربا کی محبت۔ دنیا میں عزوجاہ کی محبت لیکن فرمایا کہ سب سے بڑھ کر محبت تو اسی کے لئے ہونی چاہیے۔ پھر اس میں اشتراک کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس لئے قرآن مجید میں تو نہیں۔ لیکن پہلے صحف سماوی میں جب اللہ تعالے اپنی محبوب قوم سے بات کرتا ہے تو ایسے استعارے اور تشبیہات استعمال کرتا ہے کہ:

"تو تو بدکار عورت کی طرح جا کر جگہ جگہ آشنائیاں کیوں کرتی ہے" یہود و نصاری سے اللہ تعالیٰ خطاب کرتا ہے کہ ایک بدکار عورت کی طرح تم جگہ جگہ جا کر آشنائیاں کیوں کرتے ہو ہر ہر در پر جا کر سر کو کیوں جھکاتے ہو۔ میرے ہو جاؤ صرف میرے بن جاؤ۔ میں تمھارا بن جاؤں گا اور جب میں تمھارا بن جاؤں گا تو پھر دنیا میں کس کی کیا ضرورت ہے؟ کسی کی نہیں۔ اس کا کام کرنے کو کھڑے ہوئے ہو سو اسی کے بن جانا اسی کی محبت میں غرق ہو جانا۔ اس کے بغیر یہ راہ تو طے نہیں ہو سکتی۔ تنہا ہی سر ماریں کوشش کر لیں مجھے تو اس بات کا یقین ہے کہ جب اللہ تعالے نے خود فرمایا کہ تم نہیں تو پھر وہ دوسری قوم لائے گا اور سب سے بڑھ کر اس کی پہلی صفت یہ ہو گی کہ وہ محبت کی زندگی گذاریں گے باقی صفات کا ذکر بعد میں ہے یہ پہلی چیز ہے۔

محبت کوئی اجنبی چیز نہیں ہے کہ آپ پوچھیں کہ محبت کیا ہوتی ہے؟ یہ جانی پہچانی چیز ہے جس طرح میں یہ بیان نہیں کر سکتا کہ بھوک کیا ہوتی ہے؟ پیاس کیا ہوتی ہے؟ درد کیا

ہوتا ہے اور خوشی کیا ہوتی ہے؟ لیکن ان میں سے ہر چیز کا تجربہ کس کو نہیں ہے؟ محبت ہوتی ہے تو دھیان اس کی طرف لگا رہتا ہے اسی کا خیال رہتا ہے. اسی کا نام زبان پر رہتا ہے۔ اس سے ملاقات کو جو موقع مل جائے غنیمت ہوتا ہے۔ اگر یہ موقع پانچ وقت مل جائے تو اس سے بڑھ کر محبت کرنے والے کی اور سعادت کیا ہو سکتی ہے۔ اگر وہ خود بلائے دروازہ کھول دے تو یہ اس کی عنایت ہے۔ پھر آدمی کو شوق کیوں نہ ہو. اگر وہ گھڑی آئے کہ جب اس سے روبرو ملاقات کا وقت آجائے یہ بھی اس سے محبت کی علامت ہے۔ پھر جو بھی کام ہو آدمی اس کی دھن میں لگا رہتا ہے یا پھر کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ سوچتا ہے. فلسفہ بیان ہوتا ہے درس ہوتا ہے. تقاریر ہوتی ہیں جب کہیں جاکر سمجھ میں آتا ہے کہ میں کیا کروں۔ پھر وہ ایسے ایسے کام کرتا ہے جو محبوب نے لازم نہیں کئے جو فرض کئے ہیں وہ تو بجا ہی لاتا ہے مگر جو فرض نہیں کئے ان کے پیچھے بھی لگا رہتا ہے کہاں سے؟ کس طرح؟ کون سا؟ ایسا موقع مل جائے جس سے میں اسے خوش کر سکوں۔ یہ محبت کی وہ علامتیں ہیں جو سب جانتے ہیں دل میں ایک آگ سی لگ جاتی ہے۔ جو اندر اور باہر کے علاقے بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔ یہ سب نشانیاں آپ جانتے ہیں اس میزان میں اپنے آپ کو تول سکتے ہیں کتنا ہے اس سے ملاقات کا ذکر. اسکی یاد. اس کی رضا اس کی خوشنودی. پھر ان سب کے لئے آپ کی زندگی کی کوشش کس قدر ہے۔

یہ سب کچھ خود اپنے اندر پیدا کریں گے، ساتھ چلنے والوں میں پیدا کریں گے. تو وہ چار ہو جائیں گے. اسی طرح بڑھتے جائیں گے اور نقشہ بدل جائے گا. آپ کا بھی. آپ کے کام کا بھی۔ ٹہل ٹہل کر کرنے والے کام دوڑ دوڑ کر لیا کریں گے۔ زبانیں دعوت کے لئے کھلنے لگیں گی۔ اس لئے کہ پھر وہ خود زبان بن جاتا ہے. وہی پاؤں جو اب نہیں اٹھتے اٹھنے لگیں گے۔ اس لے کہ پھر وہ خود پاؤں بن جاتا ہے وہی ہاتھ جو کام نہیں کرتے. کام کرنے لگیں گے اسی لئے کہ پھر وہ خود ہاتھ بن جاتا ہے یہی وہ فرماتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جب آدمی دوڑ دوڑ کر اسی کے لئے کام کرتا ہے حدیث میں دعا بتائی گئی ہے کہ

یہ محبت کی تصویر ہے خوب! ہر وقت تجھے یاد کروں. ہر وقت تیرا شکر کرتا رہوں.

خوف اور محبت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے . جہاں محبت ہوتی ہے . دل ہر وقت دھڑکتا رہتا ہے پتہ نہیں کب یہ محبت چھن جائے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے . جو محبوب کو ناگوار گزرے . یہ کوڑے کا خوف نہیں ہوتا بلکہ یہ خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کب کوئی ایسی بات ہو جائے کہ اس کو ناگوار گزرے اس لئے فرمایا گیا ہے "رھبا" اور اس کے بعد پھر دوڑ دوڑ کر تیرے کام کروں جو فرض نہیں ہے وہ بھی کروں "لک مطواعا" اور تیری طرف جھکا رہوں "لک مجبتا" اور ہائے ہائے آہ آہ کر کے تیری طرف آوں "الیک اواھا" منیبا" پھر خود حبیب کے حبیب نے فرمایا کہ اللہ سے اس لئے محبت کرو کہ اس کے انعامات تمھارے اوپر بہت زیادہ ہیں اور مجھ سے اللہ کے لئے - ترمذی کی حدیث ہے جو اللہ کا حبیب ہے اللہ نے اپنے کام کے لئے بھیجا ہے جس کے ذریعے اس نے ہم پر اپنی ساری نعمتیں تمام کر دی ہیں - قرآن مجید . اپنا دین . اپنی ہدایت . جنت کا راستہ اور دوزخ سے بچنے کا راستہ ---- یہ سب انہی کے ذریعے ملا ہے -

ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ لوگ نگاہ بھر کر دیکھ نہیں پاتے تھے مجلس میں سناٹا رہتا تھا - وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں پاتا تھا . تھوکتے تھے تو وہ لوگ زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے یہ سب محبت کی علامتیں تھیں - ان میں سے کوئی بھی چیز بھی فرض نہیں تھی کسی چیز کا دین میں مطالبہ نہیں تھا - آدمی آتا تھا اور اس حال میں آپ سے ملتا تھا کہ گریبان کے بٹن کھلے ہوئے ہوتے ہیں پھر عمر بھر باپ اور بیٹے نے اپنے گریبان کے بٹن بند نہیں کیے - یہ کوئی دین کا مطالبہ نہیں تھا کہ تم نے ایسا ضروری کرنا ہے - ایک آدمی آیا اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی چپلوں پر بال ہیں اس نے ہمیشہ وہی چپل پہنی - ایک اور آدمی آیا اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ سالن میں لوکی کے ٹکڑے تلاش کر رہے ہیں پھر اس کے گھر کبھی کوئی سالن نہیں پکا کہ جس میں لوکی نہ ڈالی گئی ہو اور اس نے اسی طرح ٹکڑے تلاش نہ کئے ہوں - ان میں سے کوئی بھی چیز فرض نہ تھی لیکن جو چیزیں فرض تھیں جن کا مطالبہ کیا گیا تھا مکے کی گلیاں . عکاظ کے میلے . طائف کی وادی . بدر و حنین کے میدان --- لیکن جو قمیض کے بٹن بھی نہ بند کرتے ہوں اور لوکی کے ٹکڑے بھی نہ چھوڑتے ہوں آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ

ان میں پیچھے رہ سکتے ہیں ؟ پھر انہوں نے سپین سے لے کر چین تک ہر میدان کو بدر و احد کا میدان بنا دیا۔ جو کام قومیں ہزاروں برسوں میں کرتی ہیں وہ کام انہوں نے سو سال میں کر دکھایا۔ یہ اسی محبت کا نتیجہ تھا۔ یہی محبت ان کا سرمایہ تھی ہر دل میں محمد ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے دل کا ایک ٹکڑا آگیا تھا ہر شخص چلتا پھرتا قرآن اور محمدی ﷺ تفسیر اور دعوت کی تصویر تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جو قوموں کی قومیں ۔ شہروں کے شہر ۔ ملکوں کے ملک فتح کرنے لگے۔ محبت فاتح عالم ۔۔۔۔۔!

اللہ کی محبت اس کے رسول ﷺ کی محبت اسی نے سارے عالم کو فتح کر لیا جب کہ کوئی نسخہ نہیں تھا ۔ نہ واعظ تھے ۔ نہ لٹریچر تھا ۔ نہ کتابیں تھیں کچھ نہیں تھا بس محبت کی تفسیر تھے محبت کی زندہ چلتے پھرتے تصویر تھے یہی سب سے بڑا سرمایہ تھا۔

ایک آدمی آیا اس نے پوچھا قیامت کا دن کب آئے گا؟ فرمای پوچھ تو رہے ہو کچھ تیاری بھی کی ہے۔ کہا نہیں ۔۔۔۔ نماز روزہ ۔۔۔۔ یہ تو بہت نہیں ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں فرمایا انت مع من احبت جس سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ رہے گا۔ حضرت انس ؓ جو یہ روایت بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ خوشی کا کوئی دن صحابہ ؓ کی زندگیوں میں نہیں دیکھا کہ جب یہ خوش خبری سنی کہ نمازیں اور روزے بھی کم ہیں کوئی زیادہ سرمایہ بھی نہیں ہے صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے تو پھر یہ بشارت ملی کہ قربت بھی ہو گی ساتھ بھی ہو گا پاس بیٹھنا بھی ہو گا۔ ملنا جلنا بھی ہو گا فرمایا کہ اس سے زیادہ خوشی کی حالت میں صحابہ اکرام کو کبھی نہیں دیکھا۔ ایک اور آدمی آیا اس نے کہا کہ آدمی محبت تو کرتا ہے لیکن پہنچ نہیں سکتا۔ پہنچ نہ سکنا یہی تو بڑی بلیغ بات ہے۔ زمانے کا بھی فاصلہ ہے۔ چودہ سو سال کے مقام کا بھی فاصلہ ہے۔ پہنچ نہیں سکتے بہت دور ہے عمل کا بھی فاصلہ ہے کوئی نسبت نہیں ہے ہمارے عمل کو ان کے عمل سے فرمایا کہ المرءمع من احب

محبت تو ایسا نسخہ ہے کہ آدمی اس کے ساتھ جائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے حضور ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی پیچھے چلنا یہ اللہ کی محبت کی کسوٹی ہے فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ○

یہ محبت کا سیدھا نسخہ ہے کہہ دو کہ اللہ سے محبت کا دعوی ہے تو میرے پیچھے پیچھے چلو۔ میرے نقش قدم پر چلو جن راستوں سے گزرا ہوں ان راستوں سے تم گزرو۔ پھر میں کہوں کہ مکہ کی گلیوں سے بھی گزرو بدرو حنین کے میدان سے بھی گزرو۔ طائف کی وادی سے بھی گزرو۔ اتباع کے معنی اطاعت کے نہیں ہیں۔ اطاعت کا لفظ الگ ہے اور اتباع کا الگ اطاعت کے معنی کہنا ماننا یا حکم ماننے کے ہیں اور اتباع کے معنی تو پیچھے پیچھے چلنے کے ہیں۔ پیچھے پیچھے تو ہر جگہ جائے گا۔ محبوب جدھر جائے گا اسکے پیچھے جائے گا۔ جہاں وہ چلا ہو گا اسی راہ پر چلے گا جو نقش قدم اس نے چھوڑے ہوں گے ان ہی سے وہ پیار کرے گا انہی کے اوپر اپنے قدم بھی رکھے گا اور یہ محبت بھی آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی ایک واقع آپ نے سیرت کی کتابوں میں پڑھا ہو گا۔ پڑھ کے دل لرز جاتا ہے اور بڑی محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ ایک صحابی زخموں سے چور اور جاں بہ لب۔ اتنی محبت کہ یہاں تک پہنچ گیا کہ پورا جسم زخموں سے چور چور اسی محبت کی خاطر اور جان بھی لبوں تک۔ یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے آپ ﷺ کے پاس لائے گئے۔

حضور ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ اپنا پاؤں میرے چہرے پر رکھ دیں۔ لوگ بڑے دعوے کرتے ہیں محبت کے۔ لیکن حضور ﷺ کے قدموں کے نیچے آجانا اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے پورا جسم خون خونم خون. زار و نزار. جان لبوں پر نکلنے والی ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو اس بات کا مستحق سمجھا اور اس محبت میں یہی آرزو رہی کہ قدم مبارک چہرے کے اوپر ہوں یہ کام آسان بھی ہے اور مشکل بھی پھر اس کے بعد وہ لوگ کہ جو دین کے راستے پر ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اصبر نفسک فرمایا کہ ان کے ساتھ باندھ لو اپنے آپ کو۔ جم جاؤ ناگوار بات بھی ہو تو صبر اختیار کرو نگاہیں ہٹنے نا پائیں یہی تو ساتھی ہے۔ کچے بھی ہیں پکے بھی ہیں۔ گناہ گار بھی ہیں اور نیک بھی۔ پختہ بھی ہیں نہ پختہ بھی جو بھی ہیں بس یہی ہیں کیوں کہ ساتھ چل رہے ہیں ان میں ہر شخص قیمتی ہے۔ ہر شخص ایک سرمایہ ہے سفید بھی ہیں کالے بھی ہیں۔ پڑھے لکھے بھی ہیں اور جاہل بھی۔ اچھے

باقی صفحہ ۴۷ پر

اہل تصوف کے کارنامے

ایم محمد اکرم فیصل آباد

تصوف کا مفہوم اس دور میں یہ لیا جاتا ہے۔ کہ آدمی دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لے اور اس کنج تنہائی میں اس کی مصروفیات نماز' روزہ کے علاوہ ذکر اذکار اور اوراد و وظائف ہوں تو وہ آدمی صحیح صوفی بن سکتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اپنے ماحول اور معاشرت سے کٹ کر اور الگ ہو کر اللہ اللہ کرنا نہ یہ اسلام کے مقاصد پورے کرتا ہے نہ ہی شریعت محمدی کا یہ تقاضا ہے اور نہ ہی تصوف کا یہ مفہوم ہے

قبلہ حضور عبدالحکیم انصاری صاحب علیہ رحمتہ نے "تعمیر ملت" میں ایک جگہ صاف صاف فرما دیا ہے کہ "پاکستان کو ایسے صوفیوں کی ہرگز ضرورت نہیں ہے جو کونوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہیں اور اپنے مرتبے بلند دیکھنے کے خواہاں ہوں" بلکہ آپ نے کئی جگہ واضح طور پر فرمایا کہ زندگی گزارتے ہوئے دنیا کے تمام جائز کام کرو۔ رزق حلال کے لئے بھرپور جدوجہد کرو علمی مطالعہ بھی کرو۔ اپنی تعلیمی قابلیت کو بڑھاتے رہو۔ اور دنیا کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہو اپنے مالی حالات کو بہتر بنانے کے لئے نئی سے نئی تدبیر کرتے رہو۔ خلق خدا سے محبت رکھو۔ اپنے رشتہ داروں' دوستوں اور ہمسائیوں سے اچھا میل ملاپ رکھو جہاں ضرورت پڑے اپنے غریب عزیز و اقارب اور دوستوں کی مالی امداد کرتے رہو۔ اور اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنو اپنے ماحول اور معاشرے میں باعزت فرد بن کر رہو۔ ان دنیاوی مشاغل کے ساتھ ساتھ قبلہ انصاری صاحبؒ نے حکم دیا کہ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں صرف پندرہ منٹ نکال کر گھر میں الگ ہو کر بیٹھ جاؤ اور اللہ اللہ کرو۔ اسی سے رفتہ رفتہ الحمدللہ روحانی ترقی ہوتی جائے گی اور ہوتے ہوتے صوفی مقصد تک پہنچ جائے گا۔

آج کے دور کے عام صوفی کے نزدیک جہاد کا فعل ایک شجر ممنوعہ ہو گا۔ لیکن میں آپ کے سامنے تاریخ سے ایسے شواہد پیش کر رہا ہوں کہ جب کبھی قوم پر مشکل وقت آیا تو

اس قوم کے بڑے بڑے روحانی پیشواؤں اور صوفیا نے تیرو تفنگ سنبھالے اور شمشیر بکف ہو کر باطل طاقتوں کے خلاف باقاعدہ جہاد کے لئے نکل پڑے اور بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔

انیسویں صدی عیسوی میں جب عالم اسلام پر فرنگی تاتاریوں کی یورش ہوئی تو ان کے مقابلہ میں عالم اسلام کے ہر گوشہ میں مردان کار سر سے کفن باندھ کر میدان میں آئے۔ وہ اکثر و بیشتر شیوخ طریقت اور اصحاب سلسلہ بزرگ تھے جن کے تزکیہ نفس زہد و اتقا اور سلوک نے ان میں دین کی حمیت' کفر سے نفرت' دنیا کی حقارت اور جذبہ شہادت نے موت کی قیمت دوسروں سے زیادہ پیدا کر دی تھی۔ الجزائر میں ایک روحانی پیشوا اور بلند صوفی امیر عبدالقادر نے فرانسیسیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور 1832 سے 1847 تک نہ خود چین سے بیٹھے نہ فرانسیسیوں کو چین سے بیٹھنے دیا۔ مغربی مورخین نے ان کی شجاعت عدل و انصاف' نرمی و مہربانی' دلیری و بہادری اور علمی قابلیت کی تعریف کی ہے یہ مجاہد (امیر عبدالقادر) ذوقاً" و عملاً" صوفی اور شیخ طریقت تھے۔

1813ء میں طاغستان پر جب روسیوں کا تسلط ہوا تو ان کا مقابلہ کرنے والے نقشبندی شیوخ تھے۔ جنھوں نے علم جہاد بلند کیا طاغستان کے بڑے بڑے چوہدری سردار اور بہت سے حکام بھی روسیوں سے مل گئے چنانچہ یہاں کے علماء اور شیوخ نے یہ فورا" بھانپ لیا۔ کہ ہمیں نقصان اعلیٰ حکام سے پہنچ سکتا ہے۔ جو خطابات' عہدے' اقتدار' جھوٹی قیادت' سرداری عیش و لذت' تمغوں اور مرتبوں کے لالچ میں قوم فروشی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ سمجھ کر ملکی حکام اور ان کے حامی روسیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور یہ مطالبہ ان کے سامنے رکھا کہ تمام معاملات کا فیصلہ شریعت اسلامی کے مطابق ہو۔ اس تحریک کے قائد غازی محمد تھے۔ جن کو روسی قاضی ملا کے نام سے یاد کرتے تھے۔ 1832ء میں غازی محمد شہید ہوئے تو ان کے جانشین "حمزہ بے" ہوئے اور پھر ان کے بعد "شیخ شامل" نے مجاہدین کی قیادت سنبھالی جو امیر عبدالقادر الجزائری" کے انداز تربیت کے مطابق تھے۔

شیخ شامل نے 25 برس تک روسیوں سے مقابلہ جاری رکھا۔ اور مختلف معرکوں

میں ان پر زبردست فتح حاصل کی۔ روسی ان کی شوکت و جلالت، شجاعت و ہیبت سے بہت مرعوب تھے۔ روسی چند مقامات کو چھوڑ کر سارے ملک سے بے دخل ہو گئے تھے 1843، 1844 میں شیخ نے ان کے سارے قلع فتح کر لئے اور بڑا جنگی سامان مال غنیمت میں حاصل ہوا اس کے بعد مزید 10 سال تک شیخ نے روسیوں سے مسلسل جنگ جاری رکھی۔

ادھر ہندوستان میں اکبر کے دور میں سارے اراکین سلطنت کا رخ الحاد و لا دینیت کی طرف ہو گیا۔ ہندوستان کا عظیم ترین بادشاہ ایک وسیع طاقتور سلطنت کے پورے وسائل، ذخائر اور خزائن کے ساتھ اسلام کا امتیازی رنگ مٹانا چاہتا تھا۔ اس کو اپنے وقت کے ذہین اور قابل ترین لوگ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے حاصل تھے۔ اس کی سلطنت کے زوال یا کسی خوشگوار انقلاب کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔

اس وقت ایک درویش بے نوا نے تن تنہا اس انقلاب کا بیڑا اٹھایا۔ اور اپنے یقین و ایمان، عزم و توکل، حسن عمل اور روحانیت سے سلطنت کے اندر ہی اندر (UNDRER GROUND) ایک ایسا اندرونی اور روحانی سبز انقلاب لانا شروع کیا کہ سلطنت مغلیہ کا ہر جانشین پہلے سے بہتر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اکبر کے بے دین تخت پر بالاخر ایک مرد درویش، مجاہد، جنگجو اور پر جلال شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نظر آیا۔ جس نے فتاوی عالمگیری تیار کر کے پورے ہند میں اسلامی شریعت کو نافذ کر دیا۔

اس عظیم انقلاب کے بانی امام طریقت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تھے۔ تصوف و جہاد کی جامعیت کی درخشاں مثال سیدی احمد الشریف السنوسی کی ہے۔ اطالویوں نے برقہ و طرابلس کی فتح کے لئے پندرہ دن کا اندازہ لگایا تھا۔ جبکہ انگریز قائدین نے پندرہ دن کی بجائے تین ماہ کا اندازہ بتایا۔ لیکن نہ پندرہ دن نہ تین ماہ اس جنگ میں پورے تیرہ برس لگ گئے اور اطالوی پھر بھی مکمل طور پر اس علاقہ کو فتح نہ کر سکے۔ یہ سنوسی درویشوں اور ان کے شیخ طریقت سیدی احمد الشریف کی مجاہدانہ جدوجہد تھی۔ جس نے اطالیہ کو پندرہ سال تک اس علاقے میں قدم جمانے نہ دئے۔ امیر شکیب نے لکھا ہے۔ کہ سنوسیوں کے کارنامے نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ طریقہ سنوسیہ ایک پوری حکومت کا نام ہے۔ امیر شکیب

نے صحرائے اعظم افریقہ کی سنوسی خانقاہ کی جو تصویر کھینچی ہے۔ وہ بڑی دلا آویز اور سبق آموز ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ خانقاہ افریقہ کا سب سے بڑا روحانی مرکز اور جہاد کا دارالتربیت تھی۔ خانقاہ کے شیخ السید المہدی (سیدی احمد الشریف کے چچا) صحابہ کرام و تابعین کے نقش قدم پر تھے۔ وہ عبادت کے ساتھ ساتھ بڑے عملی آدمی تھے۔ برادران طریقت اور مریدین کو ہمیشہ شہسواری، نشانہ بازی کی مشق کراتے۔ ان میں غیرت اور اسلامی حمیت کی روح پھونکتے، جہاد کی فضیلت اور اہمیت کا نقش ان کے دل پر قائم کر کے ان کی یہ کوششیں بار آور ہوئیں اور مختلف مواقع پر اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے جنگ طرابلس میں سنوسیوں نے ثابت کر دیا کہ ان کے پاس مادی قوت کے ساتھ ساتھ ایسی روحانی طاقت بھی موجود ہے۔ جو بڑی بڑی حکومتوں سے ٹکر لے سکتی ہے۔ اور بڑی باجبروت سلطنتوں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ جنگ طرابلس کے علاوہ سنوسیوں نے علاقہ کانم اور سوڈان میں 1319ء سے 1332ء تک فرانسیسیوں کے خلاف بر سرپیکار رہے اور خوب اپنا جوش و غضب دکھایا۔

تاتاریوں نے جب تمام عالم اسلام کو پامال کر کے رکھ دیا، جلال دین خوازم شاہ کی واحد اسلامی سلطنت اور عباسی خلافت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا تو تمام عالم اسلام پر یاس و مردنی چھا گئی۔ تاتاریوں کی شکست کو ناممکن الوقوع سمجھنے لگے۔ ایسے وقت میں کچھ صاحب یقین و صاحب قلوب مردان خدا تھے جو مایوس نہ ہوئے اور زیر زمین (UNDER GROUND) اپنے کام میں مصروف رہے اور ایک خاموش انقلاب لانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ آخر کامیاب رہے اور یہی ظالم اور سفاک تاتاری سلاطین جو عالم اسلام پر قہر خدا بن کر ٹوٹے تھے۔ ان کی اولاد کو مسلمان کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں علامہ اقبال مرحوم علیہ رحمتہ نے ایک شعر کہا ہے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

خود ہندوستان میں تصوف و جہاد کا ایک ایسا عجیب امتزاج ملتا ہے۔ کہ جس کی نظیر دور دور تک ملنا مشکل ہے۔ یہ تحریک مجاہدین ہے۔ جس کے سربراہ سید احمد شہید بریلوی ؒ
باقی صفحہ ۵۹ پر

تصوف اسلام حقیقت کے آئینہ میں

عبدالقیوم ہاشمی گکھڑ

حصہ اول

دشمنان اسلام نے ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اسلام ہی عالمگیر مذہب اور دین فطرت ہے۔ لہٰذا جب ان لوگوں نے اسلام جیسے فطری مذہب کو پھلتے پھولتے دیکھا تو انہوں نے مختلف طریقوں سے اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انہیں اللہ کی ذات کے متعلق مسلمانوں میں کسی قسم کا ابہام پیدا کرنے میں ناکامی ہوئی (اگرچہ بہت کوششیں ہوئیں) لہٰذا جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان حضرت محمد ﷺ سے اپنی جانوں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کے نام پہ سب کچھ قربان بھی کر دیتے ہیں تو ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی طرح طرح سے تضحیک کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان عشق مصطفیٰ ﷺ سے غافل ہو جائیں اور یوں مسلمان اسلام کے مرکز سے خود بخود دور ہٹتے چلے جائیں گے۔ علامہ اقبالؒ نے اس صورت حال کو یوں بیان فرمایا ہے

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈراتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

کچھ کم فہم علماء اور مسلمان ان سازشوں کا شکار بھی ہوئے جس سے اسلام کو نقصان پہنچا۔ انہی لوگوں کی وجہ سے جھوٹی نبوت کے دعوے دار باطلان احادیث، شاتمان رسول ﷺ اور منکرین اولیائے عظام پیدا ہوئے۔

اللہ کے فضل سے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام نے ان دشمنان اسلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کی وجہ سے ان لوگوں کو کافی حد تک مایوس بھی ہونا پڑا مستشرقین (وہ مغربی علماء جو مشرقی و اسلامی علوم میں دسترس رکھتے ہیں) نے ایسی کتب تصنیف کیں جن میں صوفیائے اسلام پہ یہ الزام لگایا کہ انہوں نے تصوف و معرفت دیگر مذاہب (ہندومت،

عیسائیت ' یہودیت وغیرہ) سے درآمد کیا ہے ہمارے کچھ مسلمان بھائی اس سازش کا شکار ہونے کی بنا پر تصوف اسلامی کے وجود سے سرے سے ہی منکر ہو گئے اور اسے اسلام سے جدا کوئی مغربی تصور اور سازش خیال کرنے لگے ہیں کچھ مسلمان چھٹی صدی ہجری سے تصوف کی مخالفت کرتے آرہے ہیں اس کی وجہ اسلامی تصوف ہرگز نہ تھا بلکہ کچھ جھوٹے اور نام نہاد صوفیا غیر شرعی حرکتیں تھیں جس کا ردعمل ظاہر ہونا ایک فطری عمل تھا۔ مگر اس میں اسلامی تصوف کا تو قصور نہ تھا تصوف تو شریعت اسلامی کی روح ہے۔ اور اللہ سے عشق و محبت کا درس دیتا ہے قرآن کریم میں حقیقت و معرفت سے متعلق بے شمار آیات ہیں۔

مثلاً" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں " '' وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" نیز فرمایا

"جس طرف منہ کرو ادھر اللہ کا چہرہ یعنی حسن و جمال ہے "

ظاہر ہے ان آیات میں جو قرب بیان ہوا ہے وہ قرب باطن ہے اور عالم باطن تصوف کا میدان ہے۔ یہ آیات محض پڑھ کر ثواب حاصل کرنے کے لئے ہی نہیں اتاری گئیں بلکہ ان میں تو قرب الٰہی اور دید باری تعالیٰ کے بے شمار خزینے چھپے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں تصوف کے متعلق غلط فہمی کے شکار مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ تصوف سے متعلق مستند کتب کا از سرنو مطالعہ فرمائیں اس کے علاوہ کامل اولیاء اللہ کی محفلوں میں حاضری دیں۔ انشاء اللہ ان کے تمام شبہات کا ازالہ ہو جائیگا اس ضمن میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کی زندہ جاوید تصنیف "تعمیر ملت" جس کا انگلش ترجمہ جناب سید محمد ادریس صاحب نے "Restructring Millat" کے نام سے کیا ہے انشاء اللہ العزیز ان اصحاب کی سوفی صدی تسلی کر سکے گی۔ آج کل تو جدید طبیعات (New Physics) کے ذریعے سے بھی ایسے حقائق کا انکشاف ہو رہا ہے۔ جن سے تصوف کے حقائق کا بین ثبوت مل رہا ہے۔ جس سے مسلم صوفیاء کے اقوال اور روحانی مقامات کی تصدیق ہو رہی ہے اور مغربی لوگوں میں اسلامی روحانیت کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔

تصوف کے متعلق معترضین کو جو بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ لفظ

"تصوف" نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں رائج نہ تھا اس کا جواب یہ ہے کہ صرف تصوف ہی نہیں بلکہ تمام اسلامی علوم مثلاً" تفسیر، حدیث، بیان، کلام صرف و نحو رسول کریم کے زمانہ کے بعد مدون حالت میں آئے لیکن تمام صحابہ ان علوم سے آگاہ تھے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ کی تصانیف دیکھئے

مغربی مفکرین یہ کہتے نہیں تھکتے کہ مسلمانوں نے تصوف عیسائی اور ہندو مذہب سے اخذ کیا ہے حالانکہ اگر وہ ذرا سا غور کرتے اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھتے تو انہیں یہ روز روشن کی طرح معلوم ہو جاتا کہ تصوف و معرفت کے علوم دراصل عیسائیوں اور ہندوؤں نے مذہب اسلام سے سیکھے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ ایک بھی مسلم صوفی نے کبھی بھی کسی غیر مسلم صوفی سے فیض اور تصوف کی تربیت حاصل نہیں کی۔ جتنے بھی اولیائے اسلام ہیں ان سب کے روحانی سلاسل کے شجرہ نسب موجود ہے۔ اگر مشرقین غور کرتے تو انہیں باآسانی معلوم ہو جاتا کہ مسلم مشائخ نے کس قدر محنت سے اپنے روحانی شجرہ نسب کو محفوظ رکھا ہے اور یہ اختیار اور طریق تمام مذاہب میں سرے سے ہی غائب ہے لہٰذا روحانی شجرہ نسب ہمیں ایسا بین ثبوت فراہم کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم اولیاء نے تصوف عیسائی یا ہندو مذہب سے نہیں لیا سپنسر ٹرنگھم (Spencor Tringham) نے اپنی تصنیف "Spirtualorders" میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تمام روحانی سلسلے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ منبع تصوف اسلام ہی ہے۔ اور خود مستشرقین کے تصوف اسلامی پہ الزامات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں منصف مزاج مصنف لکھتے ہیں " جہاں اسلامی تصوف کی جانب مستشرقین نے زبردست جاذبیت محسوس کی ہے انہوں نے تصوف کے تنظیمی پہلوؤں (سلاسل طریقت) کو بری طرح نظرانداز کر رکھا ہے "

پھر آگے جا کر لکھتے ہیں " صوفی ازم اسلام کی اپنی چیز ہے جو بیرونی اثرات سے بالکل متاثر نہیں ہوئی " سپنسر کی طرح جرمن خاتون سکالر اینمیری شمل بھی ان حقائق کو تسلیم کرتی ہیں. اپنی کتاب میں لکھتی ہیں "تصوف کا منبع پیغمبر اسلام ہیں اور تصوف کا سرچشمہ وحی

الٰہی ہے" اس کے برعکس عیسائی صوفیاء محض اپنے مرشد کے نام کے سوا روحانی شجرہ سے بالکل بے خبر ہیں اور چند گنے چنے عیسائی صوفیا کے بے ترتیب حالات زندگی کے سوا کچھ علم نہیں رکھتے۔ عیسائی مصنفین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ساری عیسائی دنیا میں کل ایک سو کے قریب ارباب روحانیت ہو گزرے ہیں جبکہ اسلامی دنیا میں ان کی تعداد لاکھوں سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ عیسائی صوفیا کا سلوک ناقص اور نامکمل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ کامل مرشد کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں کیونکہ عیسائی تصوف میں کامل مرشد کی دستیابی محال ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کامل مرشد (یعنی جس شخص نے ذات باری تعالیٰ تک سلوک طے کیا ہو) عیسائی مذہب میں نہیں مل سکتا کیونکہ قرب و دیدار باری تعالیٰ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب تک حضور نبی کریم ﷺ کی کامل پیروی نہ کی جائے قرآن خود اس کی شہادت دیتا ہے۔

ترجمہ۔ "(اے حبیب ﷺ) فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت (قرب) چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا (یعنی تم مقرب و محبوب خدا بن جاؤ گے)

للہذا یہ لوگ فنا کی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور اسی منزل کو آخری مقام سمجھ لیتے ہیں فنا کا مقام وہ ہے جہاں پر وحدۃ الوجود کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ ہوتا ہے جب کہ بقا کا مقام وہ حقیقت ہے جہاں انسان اللہ کا دیدار و قرب صحیح معنوں میں حاصل کرتا ہے اور اس مقام پہ صرف اولیائے اسلام ہی پہنچ سکتے ہیں۔ دیگر مذاہب میں سالکین کی انتہا ہے جبکہ اسلام میں اس مقام پہ گھرنا نقص تصور کیا جاتا ہے وحدت الوجود کی اصلیت جاننے کے لئے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "حقیقت وحدۃ الوجود" بے حد مفید ہے۔

اٹھارویں صدی میں جب نپولین نے مصر پر حملہ کیا تو اسلامی تصوف سے بے حد متاثر ہوا واپسی پر صوفیا کی ایک جماعت فرانس لے گیا۔ تاکہ وہاں تصوف کی ترویج کر سکے مگر کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنی ناکامیوں کا اعتراف کر لیا اور یہ کہہ کر ادارہ بند کر دیا کہ تصوف بغیر شیخ کامل نہیں چل سکتا علامہ اقبال اپنے خطبات پر مشتمل کتاب "in islam

Reconstraction of Religion جس کا ترجمہ سید نذیر نیازی نے "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" کے نام سے کیا ہے باب نمبر 7 - کیا مذہب کا امکان ہے ؟ میں نیطشے کی روحانی سربلندی کا اعتراف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسا قیمتی انسان محض مرشد کامل کی عدم موجودگی سے ضائع ہو گیا فرماتے ہیں "یوں ایک بڑا ذہین و فطین انسان ضائع ہو گیا اور زندگی کی وہ جھلک بھی لاحاصل ثابت ہوئی جس کے لئے وہ صرف اپنی اندرونی قوتوں کا مرہون منت تھا۔ محض اس لئے کہ اسے کوئی مرشد کامل نہ ملا جو اس کی رہنمائی کرتا" کچھ آگے چل کر علامہ اقبال نیطشے کے جذبات کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں "یہ صرف میں ہوں جسے ایک زبردست مسئلہ درپیش ہے معلوم ہوتا ہے۔ میں کسی جنگل میں کھو گیا ہوں۔ کسی ازلی جنگل میں۔ کاش کوئی میری دستگیری کرتا میرے کچھ مرید ہوتے میرا کوئی آقا ہوتا اس کی اطاعت میں کیسا لطف ملتا مجھے اسی طرح کے انسان کیوں نہیں ملتے جن کی نگاہیں مجھ سے بھی زیادہ بلند ہوتیں جو مجھ کو حقارت سے دیکھتے شاید اس لئے کہ میں نے ان کی تلاش میں پورے خلوص سے کام نہیں لیا حالانکہ میں ان کے لئے تڑپ رہا ہوں"

علامہ اقبال نے نیطشے کے متعلق یہ شعر کہا تھا!

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اسکو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے!

عیسائی صوفیا ناقص تصوف کی وجہ سے زندگی کے کسی شعبہ میں کوئی کارکردگی نہ دکھا سکے بلکہ رہبانیت کی وجہ سے لوگوں کے مسائل سے فرار حاصل کیا۔ ای ہرمن (E - Herman) اپنی کتاب Meaning of Mystion میں لکھتے ہیں کہ عیسائی مذہب کے اکابر پیشوا نے ایسی زندگی پسند کی ہے کہ جس میں عوام کی خوشی اور غمی میں شریک ہونا گناہ سمجھتے ہیں اور لوگوں کے گناہوں اور غلط کاریوں سے سخت بے تعلقی برتتے ہیں"

موجودہ دور کے ایک مغربی مفکر والٹر سٹیس (Wakkir Slac) اپنی کتاب Teachings of Mysticism میں رقم طراز ہیں کہ "کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسٹی سزم عیسائی مذہب کا حصہ ہے حالانکہ یہ تصور غلط ہے اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ مسٹی

سزم فرائض اور ذمہ داریوں سے راہ فرار ہے۔ روحانی پیشواؤں پر یہ الزام لگائے جاتے ہیں کہ وہ اپنی روحانی کیفیت میں مست ہو کر نہ صرف اپنے دکھوں کو بھول جاتے ہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی ضروریات اور مصائب کو بھی بھول جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی زندگی خود غرضی کی زندگی ہے"

اس کے برعکس مسلم صوفیاء نبی کریم ﷺ کی اتباع میں معاشرہ سے شر و فساد کا خاتمہ کرتے ہیں محبت و امن اور بھائی چارے کا درس دیتے ہیں لوگوں کو اسلام جیسی لازوال نعمت سے مستفیض فرماتے ہیں۔ غرباء و مساکین کی مالی امداد کرنے میں تو خاص شہرت رکھتے ہیں صوفیائے اسلام کے ایسے کارنامے۔ تاریخ اسلام میں بھرے پڑے ہیں حتیٰ کہ بعض اولیائے کرام نے تنہا لاکھوں غیر مسلموں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔

مشہور مغربی سکالر تھامس آرنلڈ (Thomas Arnold) اپنی کتاب of Islam Preaching میں تحقیق کے بعد اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام طاقت اور تلوار سے نہیں بلکہ اپنی سچائی اور روحانی طاقت سے پھیلا ہے۔ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "شیخ اسماعیل ظاہری و باطنی علوم سے مزین تھے 1000ء میں لاہور آ کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے ان کی محافل میں ہزاروں لوگ آتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے اور نو مسلموں کی تعداد بڑھتی گئی ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص بھی ان سے ملنے کے لئے آتا مسلمان ہو کر جاتا تھا" کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں

" ایران سے ایک اور صوفی چودھویں صدی میں آئے اور آسام کے شہر سلہٹ میں قیام کیا شیخ جلال دین کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کو بھی تبلیغ اسلام میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے"

جو بھی شخص تصوف کی تربیت حاصل کرتا ہے وہ یہ بات بخوبی جانتا ہیکہ تصوف کی اصل حقیقت دراصل اس علم پر عمل کرنے سے ہی کھلتی ہے چاہے کوئی تصوف پر ہزاروں کتب ہی کیوں نہ پڑھا ہو اگر وہ اس میدان کا شہسوار نہیں تو وہ معرفت الٰہی اور مشاہدات روحانی کی اصل حقیقت و ماہیت کو سمجھنے سے ہمیشہ قاصر ہی رہتا ہے۔ پروفیسر آربری کہتے

ہے کہ صوفیوں کو سمجھنے کے لئے ایک ریسرچ سکالر کو خود بھی قدرے صوفی ہونا چاہیے
انصاف پسند جرمنی کی سکالر اور مستشرق ڈاکٹر این میری شمل تصوف کے موضوع پر ایک
اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہیں مولانا روم اور علامہ اقبال کے صوفیانہ کلام کی بے حد قدر دان
ہیں تصوف کو سمجھنے کے لئے فارسی اور اردو زبانیں سیکھیں اور تصوف کا خوب گہرائی سے
مطالعہ کیا ہے اپنی کتاب Mystical dimensions of Islam یعنی اسلام کی تصوفانہ
جہتیں میں لکھتی ہیں "روحانی مشاہدات کا تجزیہ ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے کیونکہ حقیقت
کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا"

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات تو واضح ہو گئی ہے کہ تصوف مذہب اسلام کا ناگزیر حصہ
ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ دیگر مذاہب اسلامی تصوف کے بے حد احسان مند ہیں۔
اگلے شمارہ میں انشاء اللہ وہ خاص خاص الزامات بیان کئے جائیں گے جو مستشرقین اسلامی
تصوف پہ عائد کرتے ہیں ان الزامات کے جوابات کے لئے مغربی انصاف پسند مفکرین اور
مستشرقین کے اقوال بھی بیان کئے جائیں گے اور آخر میں دیگر مذاہب کے مشہور صوفیاء کی
روحانی تربیت میں اولیائے اسلام کے کردار اور اثرات' دلائل سے ثابت کئے جائیں
گے۔

بقیہ: جدید دور اور اسلامی تصوف

رسول ﷺ کے بعد اپنے شیخ سے محبت کرو اور اسے دنیا کے تمام بزرگوں سے افضل جانو
اپنے شیخ کی عقیدت' اس کے ادب و احترام اور فرماں برداری میں کبھی کوئی کوتاہی نہ کرو
لیکن اسے قادر مطلق' عالم الغیب اور مافوق الفطرت نہ سمجھو اس سے ایسی باتوں کی
درخواست نہ کرو جو صرف خدا کر سکتا ہے دعا کے لئے البتہ درخواست کر سکتے ہیں۔

(11) مشرکانہ رسوم اور قبر پرستی سے باز رکھنے کے لئے بانی سلسلہ" کی تحریری
ہدایات موجود ہیں کہ شیخ کی قبر کچی بنائی جائے۔ شیخ کی قبر پر نہ تو چادریں چڑھائی جائیں نہ
ہی قبر کو چوما چاٹا جائے۔ کسی دوسرے کو بھی قبر پرستی کی کسی حرکت کی اجازت نہ دی جائے
اور نہ ہی قبر پر عام اجتماع کسی شکل میں کئے جائیں مثلاً" قوالی' اجتماعی قرآن خوانی اور فاتحہ
خوانی وغیرہ۔

(12) سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں نہ تو کسی قسم کی فرقہ ورایت کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی دوسروں سے بحث و مباحثہ اور مناظرہ و مجادلہ کرنے کی اجازت ہے سلسلہ توحیدیہ ایک غیر سیاسی تنظیم ہے اور یہ اس لئے قائم کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کے اخلاق کی اصلاح روحانی قوت کے اثر کی جائے اور فیض صحبت کے ذریعے دلوں میں اللہ کی محبت بیدار کرکے انہیں سچا اور پکا مومن بنا کر اللہ کے قرب و رضا کی منزل کی طرف گامزن کیا جاسکے تاکہ امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل کر کے حزب اللہ اور انصار اللہ بن جائے اور اللہ تعالی کی نصرت کے طفیل ایک بار پھر اسے اقوام عالم کی قیادت و سیادت عطا کی جائے

بقیہ اہلِ تصوف کے کارنامے

اور شاہ اسماعیل شہیدؒ (شاہ ولی اللہ کے پوتے) ہیں۔ جو خود شیخ الطریقت اور ایک زبردست علمی اور روحانی طاقت کے مالک تھے۔ جنھوں نے خود بھی مدرسوں اور خانقاہوں میں تربیت پائی اور اپنے ہزاروں مریدین اور مجاہدین کو خانقاہوں میں دینی 'اخلاقی' روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ عسکری تربیت دے کر جہاد کے لے تیار کرتے اور محاذ پر بھیجتے۔

چنانچہ سید صاحب خود فوج کی کمان کرتے صوبہ سرحد سے جہاد کا آغاز کیا۔ سرحد کا بہت سا علاقہ فتح کیا ایک طرف انگریز سامراج سے ٹکراؤ تھا۔ دوسری طرف سکھوں سے مقابلہ کرنا پڑا بہرحال کافی دیر تک جہاد کا سلسلہ جاری رہا۔

مختلف علاقوں کی خانقاہوں سے مجاہدین تربیت پا کر آرہے تھے لیکن دیر تک یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ انگریز حکومت اور پنجاب کی سکھ حکومت سے معرکہ جاری رہا۔ مسلمان رؤسا اور سرحد کے خوانین کی غداری نے آپ کی تحریک کو بہت نقصان پہنچایا۔ آخر کار دونوں بزرگ ایک زبردست معرکے میں بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہوئے۔

جب بھی ان کے مفصل حالات سامنے آتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قرون اولی کا ایک بچا ہوا ایمانی جھونکا تھا۔ جو تیرھویں صدی میں چلا تھا۔ اور جس نے دکھا دیا ایمان' توحید اور صحیح تعلق باللہ اور راہ نبوت کی تربیت و سلوک میں کتنی قوت اور کیسی تاثیر ہے۔

(استفادہ از مضامین سید ابوالحسن ندوی)

بقیہ سلمان فارسی

شخص نے عرض کیا کہ آپ کی سکونت کے لئے گھر بنا دیتا ہوں فرمایا مجھے گھر کی ضرورت نہیں ہے اس شخص نے اصرار کیا اور کہا جس قسم کا گھر آپ چاہتے ہیں مجھے وہ معلوم ہے فرمایا بیان کرو اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے لئے ایسا گھر بناؤں گا کہ جب آپ کھڑے ہوں تو سر مبارک اس کی چھت کو جا لگے اور جب آپ پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں فرمایا درست ہے چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی گھر تیار کر دیا جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ بہت بے قرار ہو کر زارو زار رونے لگے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا مجھے موت کا ڈر نہیں ہے نہ دنیا کی خواہش ہے بلکہ رسول خدا نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر مجھ سے قیامت میں ملنا چاہتے ہو تو دنیا جمع نہ کرنا اور دنیا سے اس طرح جانا جیسے میں جاتا ہوں اور اب میرے پاس اسباب جمع ہو گیا ہے ڈر لگتا ہے کہ آپ ﷺ کے جمال سے محروم نہ ہو جاؤں اور اسباب میں آپ کے پاس صرف لوٹا پالان۔ پوستین اور کمبل تھا۔

جب آپ اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو اپنی بیوی سے کہا کہ کستوری جو تمہارے پاس ہے اسے پانی میں گھول کر میرے سر کے گرد چھڑک دو چونکہ ایک قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن آپ کی بیوی کا بیان ہے کہ آپ کا ارشاد بجالائی اور گھر سے باہر نکلی آواز آئی اسلام علیکم یا ولی اللہ اسلام علیکم یا صاحب رسول اللہ جب میں اندر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے اور آپ ایسے لیٹے ہیں کہ گویا سو رہے ہیں

آپ نے طویل عمر پائی 10 رجب 33 ہجری کو شہر مدائن میں وفات پائی آپ کا مزار مبارک کونہ میں قریب شہر جانب مشرق واقع ہے۔

بقیہ والدین کا احترام

والدین کے لئے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے اگر وہ زندہ ہیں تو پھر اللہ کی رحمت کی اگر وفات پا چکے ہیں تو پھر مغفرت کی ارشاد باری تعالی ہے

"ترجمہ اور کہہ اے میرے رب ان پر رحم فرما جس طرح بچپن میں انہوں نے مجھے پالا تھا"

ہمیں جہاں تک ہو سکے والدین کی خدمت کرنی چاہیے والدین کی خدمت ہی ایک موثر اور سستا ذریعہ ہے جنت کی طرف جانے کا

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین کو بڑا ہونے تک زندہ پائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے وہ انتہائی بد قسمت ہے اور وہ جہاں بھی جائے گا ذلیل و خوار ہو گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ہر شخص کو معلوم ہے کہ والدین کے اولاد پر کتنے عظیم احسانات ہیں اور ان احسانات کا بدلہ چکایا ہی نہیں جا سکتا ان کی کچھ خدمت کر کے انہیں اور اپنے اللہ کو راضی کیا جا سکتا ہے

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا تیرے ماں باپ زندہ ہیں ؟ عرض کیا جی ہاں پس تو ان دونوں کے لئے جہاد کر (تیرا اصل جہاد والدین کی خدمت کرنا ہے) اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سب باتیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)!

بقیہ ہم مسلمان کیوں ہوئے۔

کے عملے میں ڈچ زبان جاننے والا ایک انڈونیشی مسلمان عالم بھرتی کر لیا اس سے انہوں نے قرآن شریف پڑھا. حدیث سے واقفیت حاصل کی اور پھر قاہرہ کی ایک مسجد میں جا کر باقاعدہ اسلام قبول کر لیا اس کے بعد وہ دو برس اور مرچنٹ فلیٹ میں رہا لیکن اپنا اسلام خفیہ رکھا اب ریٹائر ہونے کے بعد وہ آرنہم کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے ان کی بیوی بھی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھی لیکن دو بیٹے جو ترک وطن کر کے آسٹریلیا میں آباد ہو گئے ہیں اس نعمت سے محروم رہ گئے تھے۔

عبداللہ ڈی ہوگ صاحب نے اپنے ایک دوست کا بھی ذکر کیا جو ہالینڈ کے ایک بینک میں اعلی عہدے پر فائز تھے وہ بھی کئی برس سے مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنی ملازمت کے دوران یہ راز افشاء کرنے کی جرات نہ کر سکے. کیونکہ اس سے ان کی ترقی کے امکانات ہی مسدود ہونے کا خدشہ نہیں بلکہ خود ملازمت بھی خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔

یہ تعصبات صرف ہالینڈ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ مغرب کے کئی اور معاشرے بھی اسلام کے متعلق اسی قسم کی تنگ نظری کا شکار ہیں یہ معاشرے اپنی جگہ بڑے متمدن، تعلیم یافتہ، آزاد خیال، متحمل، رواداار اور سیکولر شمار ہوتے ہیں. لیکن اسلام کے سیاق میں ان کی آزاد خیالی. بردباری اور سیکولرازم بڑی حد تک سلب ہو جاتی ہے

بقیہ: قرونِ اولیٰ

جن پر عمل پیرا ہو کر اس جماعت نے ترقی کی جس کو رسول خدا ﷺ نے خود مرتب اور منظم کیا تھا۔ اس جماعت میں حضور ﷺ کے وہ صحابی شامل تھے جو آپ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل ہونے کی وجہ سے آپ کی صحبت اور تعلیم سے اوروں کی نسبت زیادہ فیضیاب ہوئے تھے۔ ان صحابہ کبار کی تعداد چند سو نفوس سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن یہی وہ طبقہ اعلیٰ تھا جو تمام عرب کا دل و دماغ تھا طبقہ اعلیٰ سے کچھ کم مگر طبقہ ادنیٰ سے بہت زیادہ پابندی کرتے تھے۔ طبقہ ادنیٰ میں تین قسم کے آدمی تھے۔ ایک وہ جو اگرچہ صدق دل سے مسلمان ہوئے لیکن ایمان و عمل کمزور تھے۔ دوسرے وہ جو سطوت و شوکت اسلامی کو دیکھ کر مجبوراً یا لالچ سے مسلمان ہوئے لیکن آخر میں سچے دل سے اسلام لے آئے۔ تیسرے وہ جو محض منافق اور در پردہ اسلام کے دشمن تھے۔ مگر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک ان کی کچھ پیش نہ گئی اور وہ جماعت وجود میں آئی جو اجتماعیات کے تمام اصولوں پر ہر لحاظ ار ہر زاویہ سے پوری اترتی تھی۔ وہ اصول کیا تھے ہم ان اصولوں کا ذکر کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے جماعت بندی کے ذریعہ سے قومی ترقی کے لئے قرآن میں مقرر فرمائے ہیں یہ اصول پانچ ہیں۔

1:۔ ایمان — یعنی یقین محکم

2:۔ اتحاد — باہمی محبت اور اخوت

3:۔ رابطہ — تنظیم

4:۔ اطاعت — ڈسپلن

5:۔ عمل — یعنی کام کرنے کی بے پناہ قوت اور اس کا استعمال

(مندرجہ بالا پانچ اصولوں کی تشریح آئندہ شمارہ میں انشااللہ بیان کی جائے گی)

مرتب ایم محمد طالب گوجرانوالہ

عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں

روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

دوستو!! عشق میں مرنا اور جینا سیکھو حرص و ہوس کے عشق سے نجات پا جاؤ اور اللہ اور اللہ کے رسول کا عشق اپناؤ اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح ہے یہی وہ نسخہ کیمیا ہے جس میں قوموں کے لئے شفا ہے یہ بڑا جرات مند دلیر اور بے خوف جذبہ ہوتا ہے جان پر کھیل جانا اس کے سامنے معمولی بات ہے سردار مسکرانا اس کی عادت ہے طوفانی موجوں میں کود جانا اس کی پرانی ریت ہے آتشکدوں میں پل کر جوان ہوتا ہے پتھر کھا کر دعائیں دیتا ہے جوں جوں خوار ہو حق کی صدائیں دیتا ہے ستم سہہ کر دعائیں دیتا ہے

یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجئے

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے پیر و مرشد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کو صحت کاملہ اور عمر دراز عطا فرمائے اور ان کو اپنی لقاء محبت اور قرب کا وسیلہ بنائے جو کاوش قبلہ حضور ہمارے دل کی اصلاح کے لئے فرما رہے ہیں اس میں سرعت اور برکت پیدا فرمائے اور قبلہ حضور کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے (آمین)

بقیہ: نبی کریمؐ اور اطلاع غیب

لڑائی کا پیشگی رزلٹ بتا دیا

مسلمانوں نے ۸ ھ میں طائف کا محاصرہ کیا۔ جب محاصرہ کو کئی دن گزر گئے تو ایک دن آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب ہو کر فرمایا کل ہم انشاء اللہ محاصرہ اٹھا کوچ کریں گے اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ محاصرہ سے طائف کی فتح مقدر نہیں۔ صحابہ کرام نے متعجب ہو کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم فتح حاصل کئے بغیر محاصرہ اٹھا لیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کل پھر قسمت آزمائی کر لو دوسرے دن مسلمان جان توڑ کر لڑے لیکن کامیابی نہ ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل انشاء اللہ ہم محاصرہ اٹھا کر کوچ کریں گے مسلمان اب سمجھ گئے کہ جو بات حضور ﷺ کے علم میں ہے وہ ہم نہیں جانتے چنانچہ دوسرے دن مسلمان محاصرہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے (صحیح مسلم، بخاری)

بقیہ حضور بحیثیت معلم

انصار کے قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ آپ کو ملے ۔ آپ نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی یہ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے پڑوس میں رہتے تھے اور ان سے یہ سنتے رہتے تھے ۔ کہ قریب زمانہ میں کوئی نبی آنے والا ہے وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ واللہ یہ یہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی خبر تم کو یہود دیتے تھے دیکھو اب کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے ۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت آپ کی تصدیق کردی وہ ایمان لانے کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے جب مدینے پہنچے تو اپنے دوسرے بھائیوں سے رسول ﷺ کا ذکر کیا اور ان کو بھی اسلام کی دعوت دی یہاں تک کہ ان کی قوم اور برادری میں اسلام میں خوب اشاعت ہوئی اور انصار کا کوئی گھرانہ ایسا نہ بچا جہاں آپ کا چرچا نہ ہوا ہو ۔

دوسرا سال ہوا اور حج کا موقع آیا تو انصار کے 12 آدمی آپ سے عقبہ اولی سے ملے اور آپ کے دست مبارک پر چوری زنا قتل اولاد سے پرہیز کرنے اچھی باتوں میں اطاعت کرنے اور توحید پر بیعت کی جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو رسول ﷺ نے ان کے ساتھ معصب بن عمیر ؓ کو روانہ کردیا اور ان کو ہدایت کی کہ ان کو قرآن مجید پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں اور دین کے مسائل سے باخبر کریں نبی کریم ﷺ کے ان چیدہ چیدہ واقعات سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے اور اسلام کی خوبیوں کو غیر مسلموں تک بھی پہنچائیں تاکہ تمام انسان نبی کریم ﷺ کی سیرت سے دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے استفادہ کرسکیں

بقیہ اداریہ

تعلیمات سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت و خصوصیت ہیں ۔ حقیقتاً آج مسلمان ایسی ہی تعلیمات کے خواہاں ہیں انہی پاک تعلیمات کو آپ تک پہنچانے کے لئے اس شمارہ کا اجرا کیا گیا ہے شمارہ کا یہی وہ اچھوتا انداز ہے جسے قارئین نے پسند فرمایا ہے جو ہمارے لئے طمانت اور سرمایہ افتخار ہے شمارہ کے تکنیکی معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے برادران سلسلہ نے جو مفید تجاویز ارسال فرمائی ہیں ان اصحاب کے ہم تہہ دل سے مشکور ہیں

والسلام ایڈیٹر

سلام و پیام

1 ۔ شیخ سلسلہ قبلہ حضرت محمد صدیق ڈار صاحب کے برادر نسبتی انتقال فرما گئے ۔

2 ۔ حلقہ توحیدیہ سرگودہا کے بھائی مخدوم محمد اسماعیل صاحب کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں

3 ۔ حلقہ توحیدیہ واہ کینٹ کے بھائی پیر خاں صاحب کی والدہ ماجدہ اللہ کو پیاری ہو گئیں

4 ۔ حلقہ راولپنڈی کے بھائی خورشید احمد صاحب کی والدہ اور انکے داماد انتقال کر گئے ۔

تمام برادران سے التماس ہے کہ مرحومین کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں

(☆) ماہوار مجلّہ سے متعلقہ تمام خطوط اور مضامین ایڈیٹر کے پتہ پر روانہ کئے جائیں۔

(☆) ماہ اکتوبر اور نومبر کے دوران شیخ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب مختلف حلقوں کا دوراہ فرمائیں گے ملاقات کے لئے تشریف لانے والے حضرات خط یا ٹیلی فون کے ذریعے شیخ سلسلہ سے وقت متعین کر لیں

(☆) شیخ سلسلہ 2 تا 5 اکتوبر (جمعرات سے اتوار) راولپنڈی / اسلام آباد کا دورہ فرمائیں گے ۔

بقیہ : محبت کی زندگی

اخلاق والے بھی ہیں اور بد اخلاق بھی ۔ آ کر چادر کھینچ لیتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں ۔ طعنے دیتے ہیں پھر بھی وہ محبوب ہیں ۔ محبوب نے تو خود وہ اسوہ چھوڑ دیا ہے ۔ عذر پیش کرتے ہیں تو قبول کر لئے جاتے ہیں ۔ غلطی کرتے ہیں تو معاف کر دیئے جاتے ہیں ۔ پھر خاک سے اٹھا کر مٹی پونچھ کر سینے سے لگا لیا جاتا ہے ۔

بانی سلسلہ کی تصانیف

"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم، نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کر دی گئی ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطباب ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال
☆ ہمارے زوال میں امراء علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے
☆ یوگا، ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکر ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟